﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم﴾ ﴿......اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ يَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائيل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد15

جمعۃ المبارک25/جنوری2008ء

16محرم الحرام1429ہجری قمری 25/صلح 1387 ہجری شمسی

شمارہ04

نماز میں اِدھراُدھر دیکھنا

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں ادھرادھر دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپؐ نے فرمایا یہ شیطان کی ایک جھپٹ ہے جو وہ بندے کی نماز پر مارتا ہے۔ اوراس میں سے کچھ لے لیتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب الالتفات فی الصلوٰة حدیث نمبر 709)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام﴾

اب وہ زمانہ جاتا رہا کہ جس میں عیسائیت کے مکروفریب کچھ کام کرتے تھے۔ اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی۔

روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے جس میں روشنی مظفر اور منصور ہوجائیگی اور تاریکی کا خاتمہ ہے

اس زمانہ میں آسمانی دین اور آسمانی مذہب صرف اسلام ہی ہے جس کی برکات تازہ بہ تازہ موجود ہیں۔ اور یہ اسلام کے پاک چشمہ کی ہی برکت ہے کہ وہ زندہ خدا تک پہنچاتا ہے

چشمۂ مسیحی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

وہ کتاب جس کا مَیں نے عنوان میں چشمۂ مسیحی نام رکھا ہے درحقیقت وہ یہی کتاب ہے جس کو ہم ذیل میں لکھیں گے۔ ہمیں کچھ ضرورنہ تھا کہ حضرات پادری صاحبوں کے عقائد کی نسبت کچھ تحریر کرتے۔ کیونکہ ان دنوں میں ان کے اکابر، یورپ اور امریکہ کے محققوں نے وہ کام خود اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے جو ہمیں کرنا چاہئے تھا اور وہ لوگ اس خدمت کو بہت خوبی سے ادا کر رہے ہیں کہ عیسائی مذہب کیا چیز ہے اور اس کی اصلیت کیا ہے۔ مگر ان دنوں میں ایک ناواقف مسلمان کا بانس بریلی سے مجھ کو خط پہنچا ہے اور وہ اپنے خط میں کتاب ینابیع الاسلام کی نسبت جو ایک عیسائی کی کتاب ہے ایک خوفناک ضرر کا اظہار کرتے ہیں۔ افسوس کہ اکثر مسلمان اپنی غفلت کی وجہ سے ہماری کتابوں کو نہیں دیکھتے اور وہ برکات جو خدا تعالیٰ نے ہم پر نازل کئے یہ لوگ بالکل اس سے بے خبر ہیں۔ اور نادان مولویوں نے ہمیں کافر کافر کہنے سے ہم میں اور عام مسلمانوں میں ایک دیوار کھینچ دی ہے۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اب وہ زمانہ جاتا رہا کہ جس میں عیسائیت کے مکروفریب کچھ کام کرتے تھے۔ اور اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی۔ اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ[1] ہے جس میں روشنی مظفر اور منصور ہوجائیگی اور تاریکی کا خاتمہ ہے۔ اور کچھ ضرورنہ تھا کہ پادری صاحبوں کے ان بوسیدہ خیالات پر کچھ لکھا جاتا لیکن ایک شخص کے اصرار سے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے یہ مختصر رسالہ لکھنا پڑا۔ خدا تعالیٰ اس میں برکت ڈالے اور لوگوں کی ہدایت کا موجب کرے۔ آمین

اور یاد رہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزّت کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھتے ہیں[2] اور ہم ان یہودیوں کے ان اعتراضات کے مخالف ہیں جو آج کل شائع ہوئے ہیں۔ مگر ہمیں یہ دکھلانا منظور ہے کہ جس طرح یہود محض تعصّب سے حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی انجیل پر حملے کرتے ہیں اسی رنگ کے حملے عیسائی قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو مناسب نہ تھا کہ اس بد طریق میں یہودیوں کی پیروی کرتے۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان سچائی اور انصاف کے رُو سے کسی مذہب پر حملہ نہیں کرسکتا تو بہتیرے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ناحق کی تہمتوں کے ذریعہ سے حملہ کرنا شروع کردیتے ہیں۔ سو اسی قسم کے صاحب ینابیع الاسلام کے حملے ہیں۔ دنیا کی محبت سے یہ خراب عادتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ورنہ اس زمانہ میں آسمانی دین اور آسمانی مذہب صرف اسلام ہی ہے جس کی برکات تازہ بہ تازہ موجود ہیں۔ اور یہ اسلام کے پاک چشمہ کی ہی برکت ہے کہ وہ زندہ خدا تک پہنچاتا ہے۔ ورنہ وہ مصنوعی خدا جو سری نگر (محلّہ خانیار) کشمیر میں مدفون ہے وہ کسی کی دستگیری نہیں کرسکتا۔

اب ہم بریلی کے صاحب راقم کی طرف متوجہ ہوکر اپنے مختصر رسالہ کو تحریر کرتے ہیں۔ و اللّٰه الموفق

الراقم **میرزا غلام احمد مسیح موعود قادیانی**۔ یکم مارچ 1906ء

---

(1) اس جنگ کے لفظ سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ تلوار یا بندوق سے یہ جنگ ہوگا۔ وجہ یہ کہ اب اس قسم کے جہاد خدا تعالیٰ نے منع کردیئے ہیں کیونکہ ضرور تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں اس قسم کے جہاد منع کردیئے جاتے جیسا کہ قرآن شریف نے پہلے سے یہ خبر دی ہے اور صحیح بخاری میں بھی مسیح موعود کی نسبت یہ حدیث ہے کہ يَضَعُ الْحَرْبَ۔منه

(2) ہمارے قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلافِ شان ان کے نکلا ہے وہ الزامی جواب کے رنگ میں ہے۔ اور وہ دراصل یہودیوں کے الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں۔ افسوس اگر حضرات پادری صاحبان تہذیب اور خدا ترسی سے کام لیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہ دیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی طرف سے بھی اُن سے بیس حصّے زیادہ ادب کا خیال رہے۔ منه

(چشمۂ مسیحی ۔روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 335 تا 337۔مطبوعہ لندن)

ہماری قربانی کی عید تبھی حقیقی عید ہو سکتی ہے جب اپنے نفسوں کو قربان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جوآ مکمل طور پر اپنی گردنوں پر رکھنے والے ہوں۔

حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام کی قربانیوں کی تکمیل آنحضرت ﷺ کے وجود مبارک کے ذریعہ ہوئی اور آپ کے صحابہؓ نے بھی عظیم قربانیاں پیش کیں۔

حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہم السلام کی قربانی کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے اس قربانی کی روح کو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کی تاکیدی نصیحت۔

(انڈونیشیا میں مخالفت کی شدت اور احمدیوں کی قربانیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے خصوصی دعا کی تحریک)

(مسجد بیت الفتوح لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودہ خطبہ عیدالاضحیہ 20/دسمبر 2007ء کا خلاصہ)

(لندن۔20/دسمبر) سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج عیدالاضحیہ کی نماز مسجد بیت الفتوح لندن میں پڑھائی اور اس کے بعد خطبہ ارشاد فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور ایدہ اللہ نے آیت کریمہ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ .... الخ (سورۃ الحج آیت :38) کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ آج ہم عیدالاضحیٰ منارہے ہیں جو قربانی کی عید بھی کہلاتی ہے۔ اس عید پر جن کو توفیق ہے جانوروں کی قربانی بھی کرتے ہیں۔

حضور نے فرمایا کہ لیکن کیا یہ قربانی یا عید کی خوشیاں یہی عید کا مقصد ہے؟ کیا صرف دو رکعت نماز پڑھ لی بعد میں مجبوری سے خطبہ سنا اور جلدی سے دوڑ لگائی کہ جانور ذبح کرنا ہے۔ اور پھر یہ سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اہم فریضہ سرانجام دے دیا، یہی کافی ہے۔ قصاب لوگ تو بعض اتنی جلدی کرتے ہیں کہ یا تو عید کی نماز ہی نہیں پڑھتے یا کم از کم خطبہ نہیں سنتے اور صرف یہ سنت پوری کرنی یاد رہ جاتی ہے کہ قربانی کے عید پر آنحضرت ﷺ قربانی کے گوشت سے ناشتہ تناول فرمایا کرتے تھے۔

حضور انور نے فرمایا کہ یہ بات ہم میں سے بہت سے بھول جاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ اس قربانی کی روح کو سمجھنے والے تھے اور اپنی اُمت میں اس روح کو قائم کرنے کی تعلیم دینے والے تھے۔ قربانی کی عید صرف اتنی بات نہیں کہ بکرا ذبح کرنا ہے اور اس کا گوشت کھانا ہے۔ بلکہ اس قربانی کی عید کے پیچھے قربانیوں کی ایک لمبی تاریخ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور جس میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ آپ کی بیوی اور بچے بھی شامل ہوئے اور جس کی انتہا آنحضرت ﷺ کی ذات پر آ کر مکمل ہوئی اور آپ کے صحابہؓ نے بھی اس کے فیض سے حصہ لیتے ہوئے اس کی مثالیں قائم کیں۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہم اس عید سے اپنے روحانی معیار اور اپنی قربانیوں کے معیار کس طرح بلند کر سکتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے بکرے ذبح کرنے اور گائے ذبح کرنے سے کوئی سروکار نہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ نے خطبہ کے آغاز میں تلاوت کی جانے والی آیت کریمہ کے حوالہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان قربانیوں کے گوشت اور خون ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہم ہر سال جب عیدالاضحیٰ مناتے ہیں تو وہ روح تلاش کریں جو ان قربانیوں کے پیچھے ہونی چاہئے اور ہے۔ اور وہ روح کیا ہے؟ فرمایا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ تمہارے دل کا تقویٰ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالہ سے بتایا کہ خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام میں بہت سے احکام کے لئے روحانی نمونے قائم کئے ہیں۔ ظاہری قربانیاں اس حالت کے لئے نمونہ ٹھہرائی گئی ہیں کہ انسان تمام وجود کے ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو۔ ہم ایک قربانی کے محتاج ہیں جو نفس کی قربانی ہے۔ اسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔

حضور انور نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے خدا کے حکم سے حضرت ہاجرہ اور اسماعیل کو مکّہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑا اس وقت یہ حضرت ہاجرہ کا خدا سے تعلق اور محبت اور یقین ہی تھا جو انہوں نے حضرت ابراہیم سے کہا تھا کہ اگر یہ خدا کا حکم ہے تو مَیں اپنے بچے کے ساتھ اس قربانی کے لئے تیار ہوں جو خدا تعالیٰ ہم سے لینا چاہتا ہے۔ اور ان ماں باپ کی تربیت اور خدا سے محبت کا جو اُن کا عملی نمونہ تھا اس کی وجہ سے باوجود چھوٹی عمر ہونے کے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ اے میرے ابّا جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کریں اور انہوں نے اپنے آپ کو ذبح ہونے کے لئے پیش کر دیا تھا۔ پس یہ تھے معیار ان ماں باپ اور بچے کے جن کی یاد میں خدا تعالیٰ نے اس قربانی کو ہمیشہ کے لئے قائم فرما دیا۔ یہ اس خاندان کی وہ کامل اطاعت و فرمانبرداری تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور ان کو ایک مقام عطا فرمایا اور اس قربانی کو اللہ تعالیٰ نے بغیر جزا کے نہیں چھوڑا۔ نہ صرف ماں بیٹا محفوظ رہے بلکہ کچھ ہی عرصہ بعد اس علاقہ کے اردگرد آبادی ہوگئی۔ پھر اس جگہ خدا کے سب سے پہلے گھر کی بنیادوں کو اٹھا کر اس کی تعمیر کی توفیق دی اور یہ دونوں باپ بیٹا کام بھی کرتے جاتے تھے اور دعائیں بھی کرتے جاتے تھے کہ اب یہ جگہ ہمیشہ آباد رہے اور ایسا شہر بن جائے جو پُرامن ہو اور یہاں کے رہنے والوں کو تیری جناب سے ہر قسم کے پھلوں کا رزق پہنچتا رہے اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم تیرے حضور قربانیوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرتے چلے جانے والے ہوں۔ اور ہماری اولادوں میں سے بھی ایسے لوگ پیدا ہوتے چلے جائیں جو تیرے کامل فرمانبردار ہوں۔ پھر اپنی نسل سے ایک ایسے نبی کے آنے کی دعا مانگی جو حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہما السلام سے بڑھ کر قربانیوں کی مثالیں قائم کرنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان باپ بیٹے کی دعاؤں کو قبول فرمایا اور آنحضرت ﷺ کو مبعوث فرمایا اور فرمایا کہ تُو اعلان کر دے کہ مَیں وہی رسول ہوں جس کے لئے حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے دعا کی تھی۔ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے تو یہ دعا کی تھی کہ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا تُو یہ اعلان کر دے کہ مَیں وہ کامل انسان اور عظیم رسول ہوں جس پر انسانی استعدادوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ مَیں اس حد تک خدا میں فنا ہو چکا ہوں کہ میرا اپنا کچھ ہے ہی نہیں سب کچھ خدا کا ہے۔ میری عبادتیں، میری قربانیاں، میرا جینا، مرنا سب کچھ خدا کے لئے ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کے حوالے سے بتایا کہ صحابہ نے جانی قربانی کی اور ہر قسم کی قربانی کے اعلیٰ نمونے قائم کئے۔ وہ تمام زندگی قربانیاں دیتے چلے گئے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم کہہ کر ان سے اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ ہماری قربانی کی عید تبھی حقیقی عید ہو سکتی ہے جب اپنے نفسوں کو قربان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کوشش کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا جوآ مکمل طور پر اپنی گردنوں پر ڈالنے والے ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ آج جہاں عید قربان کی خوشی اللہ کے حکم کی اطاعت میں منا رہے ہیں، وہاں ان لوگوں کو بھی یاد رکھنے والے ہوں جنہوں نے اسلام احمدیت کے لئے قربانی کی روح کو سمجھتے ہوئے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں پر بھی رحم فرمائے۔ اور ہم اس عہد کو بھی یاد رکھیں کہ ہم اپنی جان، مال، وقت، عزت سب کچھ دین کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حضور انور نے فرمایا کہ انڈونیشیا میں بہت سخت حالات ہیں۔ وہاں کئی مسجدیں گرائی گئی ہیں اور نقصان پہنچایا ہے۔ پولیس نے ہماری بعض مساجد سیل کر دی ہیں۔ پھر احمدیوں کے گھروں پر حملے کئے گئے۔ ان کے لئے بھی دعا کریں۔ یہ سب لوگ جو اِن دور دراز کے علاقوں میں رہنے والے ہیں انہوں نے مسیح موعودؑ کو مانا اور اپنے ایمان کو مضبوط رکھا۔ کسی رشتہ داری یا خوف یا لالچ کو اپنے ایمان پر اہمیت نہیں دی۔ وہاں اکثریت غریب لوگوں کی ہے۔ وہ ایمان میں اتنے بڑھ گئے کہ جانی نقصان اور موت کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حضور نے خطبہ کے آخر میں شہداء کو، ان کے خاندانوں کو، اسیران راہ مولیٰ کو، مشکلات میں گرفتار لوگوں کو، مبلغین احمدیت کو، دعوت الی اللہ کرنے والوں کو، مالی قربانی کرنے والوں کو، تمام احمدیوں کو دعا میں یاد رکھنے کی تحریک فرمائی۔

حضور نے فرمایا: مسلمان ملکوں کے حالات کے پیش نظر مسلم ممالک کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ ان جگہوں پر بھی امن قائم کرے۔

حضور نے فرمایا کہ دنیا کا امن وابستہ ہے آنحضرت ﷺ کی ذات سے اور آپ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے سے۔ اللہ سب کو توفیق دے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھنے والے ہوں۔

آخر پر حضور نے سب کو عید مبارک کا محبت بھرا پیغام دیا اور پھر اجتماعی دعا کروائی۔

(خلاصہ مرتبہ: ابولبیب)

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اتباعِ سنّتِ نبویؐ

(غلام مصباح بلوچ۔ ربوہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں میں ایک اہم کام سنت نبویؐ کا احیاء تھا۔ چنانچہ آپ نے اس کام کو احسن طور پر سرانجام دیا اور اس آخری زمانے میں آنحضرت ﷺ کی سنت کو زندہ کر کے سورۃ جمعہ میں موجود آپؐ کی آمد ثانی کی پیشگوئی کو پورا کر دکھایا اور در اصل اس مقام کو پانے میں اور باتوں کے علاوہ آپ کا عشقِ رسول اور جذبۂ اتباع سنت نبویؐ بھی کارفرما تھا اور اس بات کا ذکر آپ متعدد مرتبہ اپنی تحریرات میں فرما چکے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ حضور فرماتے ہیں:

’’خداوندِ کریم نے اُسی رسولِ مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اِس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علومِ لدُنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اِس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضّلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات مبین متابعت ومحبت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 645,646 حاشیہ)

اُس نور پر فدا ہوں اُس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی محبت کا سب سے اہم ذریعہ رسول کریم ﷺ کی اتباع و پیروی قرار دیا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس فرمانِ خداوندی کا ذکر کر کے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا جب تک نبی کریم ﷺ کے اخلاق اور طرز عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بنالے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بابت فرمایا ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ(آل عمران:32) یعنی محبوب الٰہی بننے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی جاوے، سچی اتباع آپ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے۔‘‘

(ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 62)

اسی ارشاد کی روشنی میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانی ہدایت کے لئے عطا کردہ ذرائع میں قرآن پاک کے بعد دوسرے نمبر پر سنت نبوی کو رکھا ہے چنانچہ حضور فرماتے ہیں:

’’دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے سُنّت ہے یعنی آنحضرت ﷺ کی عملی کاروائیاں جو آپ نے قرآن شریف کے احکام کی تشریح کے لئے کر کے دکھلائیں.....سُنّت کا قرآن شریف کے ساتھ ہی وجود تھا۔ مسلمانوں پر قرآن شریف کے بعد بڑا احسان سُنّت کا ہے۔ خدا اور رسول کی ذمہ واری کا فرض صرف دو امر پر تھے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ قرآن کو نازل کر کے مخلوقات کو بذریعہ اپنے قول کے اپنے منشاء سے اطلاع دے، یہ تو خدا کے قانون کا فرض تھا اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرض تھا کہ خدا کے کلام کو عملی طور پر دکھلا کر بخوبی لوگوں کو سمجھا دیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے وہ گفتنی باتیں کردنی کے پیرایہ میں دکھلا دیں اور اپنی سُنّت یعنی عملی کاروائی سے معضلات اور مشکلات مسائل کو حل کر دیا۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 61)

حضور علیہ السلام نے جہاں جماعت کو اس کی تلقین فرمائی ہے وہاں پہلے خود اس پہلو میں بے نظیر نمونہ دکھایا ہے۔ آپ کے اقوال و افعال اس امر میں ایک عظیم الشان گواہی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

’’اور میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے اُس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں اور اتبّاع نبویؐ میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور اُن کو اُس علمی وعملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ کم توجہی اُن پر محیط ہو رہی ہے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 34,35)

”وَمِن آیات صدقی انه تعالیٰ وفّقَنی بِاتّباع رسُوله و اقتداءِ نبیّه ﷺ فما رایت اثرًا مِن آثار النبیؐ اِلّا قفَوتُه و لا جَبلًا من جِبال المشکلات اِلّا عَلوتُه و اَلْحَقنی ربّی بالذین هم یُنْعمون.....۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 483)

ترجمہ: اور میری صداقت کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رسول ﷺ کی اتبّاع اور پیروی کی توفیق بخشی ہے پس میں نے آنحضرت ﷺ کی باتوں میں سے کوئی بات ایسی نہیں دیکھی جس کو میں نے پورا نہ کیا ہو اور مشکلات کے پہاڑوں میں سے کوئی ایسا پہاڑ نہیں دیکھا جس کو میں نے سَر نہ کیا ہو، اور میرے رب نے مجھے ان لوگوں سے ملا دیا ہے جن پر انعام کیا جاتا ہے۔

آیئے اب حضور علیہ السلام کو عملی طور اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع میں دیکھتے ہیں کہ کس طرح حضورؑ نے سنت نبوی پر عمل کر کے اپنی عقیدت اور وابستگی کا اظہار فرمایا ہے۔

(1)

حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ کا ذکر ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کو جا رہے تھے مَیں بھی آپ کے ساتھ تھا اور بھی بکثرت دوست تھے جب حضور ریتی چھلہ کے میدان میں بڑ کے درخت کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے تمام دوستوں کی طرف دیکھا جو کچھ آگے کچھ پیچھے، کچھ دائیں اور بائیں تھے.... پھر چند دن بعد اسی طرح سیر میں تشریف لے جاتے وقت فرمایا کہ:

’’ہمارے آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ جنگوں میں جایا کرتے تھے اور ہم اس سنت کو اس طرح ادا کر لیتے ہیں کہ صبح کے وقت اپنے دوستوں کے ساتھ تھوڑی دور تک سیر کرتے ہیں۔‘‘

(اخبار ’’الحکم‘‘ 21 نومبر 1934ء صفحہ 6 کالم 3)

(2)

حضرت منشی عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’حضرت منشی اروڑے خان صاحب نے ایک رجسٹر بنا رکھا تھا اس میں چندہ دینے والوں کا نام اور چندہ درج ہوتا تھا، ایک بار ایک حکیم صاحب نے بھی ایک روپیہ چندہ دیا منشی اروڑے خان صاحب نے وہ رجسٹر اور سب چندہ قادیان آ کر حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا، حضرت صاحب نے ان حکیم صاحب کے روپے کو ٹوکا اور فرمایا یہ شخص کون ہے اور یہ روپیہ کیسا ہے؟ منشی صاحب نے عرض کی کہ حضور انھوں نے خوش عقیدگی سے چندہ میں یہ روپیہ دیا ہے، آپ نے نکال کر وہ روپیہ منشی صاحب کی طرف پھینک دیا اور فرمایا کہ واپس کر دو ہمیں غیر کے چندے کی ضرورت نہیں۔ کچھ عرصہ بعد وہ حکیم صاحب سخت مخالف ہو گئے اور ہمارا ایمان حضور کی بصیرت پر بڑھ گیا۔‘‘

(الحکم 14 دسمبر 1934ء صفحہ 4 کالم 3)

آپؑ کے اس فعل سے آنحضرت ﷺ کا وہ واقعہ یاد آجاتا ہے کہ جب ایک جنگ کے موقع پر ایک مشرک نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑنے کی پیشکش کی تو آپؐ نے فرمایا ’’اِنّا لَا نَسْتَعِیْنُ بِمُشْرِکٍ‘‘ یعنی ہم کسی مشرک کی مدد یا تعاون نہیں چاہتے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الجھاد باب فی المشرک یسھم لهٗ)

(3)

حضرت مرزا دین محمد صاحب رضی اللہ عنہ آف لنگروال بیان فرماتے ہیں:

’’.... فجر کی اذان کے وقت آپؑ پانی کے ہلکے ہلکے چھینٹوں سے مجھے جگاتے تھے۔ ایک دفعہ مَیں نے دریافت کیا حضور مجھے ویسے ہی کیوں نہیں جگا دیتے؟ آپ نے فرمایا حضور رسول کریم ﷺ کا یہی طریق تھا اس سنت پر مَیں کام کرتا ہوں تا کہ جاگنے میں تکلیف محسوس نہ ہو۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 95)

(4)

کھانے پینے کے آداب کے لحاظ سے بھی آنحضرت ﷺ نے امت کو بنیادی باتیں سکھائی ہیں مثلاً پانی وغیرہ پینے کے لئے حضورؐ نے پسند فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پیا جائے، سوائے استثنائی حالتوں کے حضور ﷺ کی یہی سنت ہمیں ملتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رضی اللّٰه عنه عَنِ النَّبِیّ ﷺ: اَنَّهٗ نَهیٰ اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا ۔

(مسلم کتاب الاشربة باب کراهیة الشرب قائمًا)

یعنی آنحضرت ﷺ نے (بلاضرورت) کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔

’’حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی ہمیں اسی طریق پر عمل کرنے کی گواہی ملتی ہے۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب البدر حضور کے سفرِ گورداسپور کے قیام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے، آپ نے پانی مانگا جب پانی آیا تو اُسے بیٹھ کر آپ نے پیا اور بھی کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ پانی وغیرہ آپ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیتے ہیں‘‘۔

(البدر یکم اگست 1904ء صفحہ 4)

(5)

گرمیوں وغیرہ کے دنوں میں گھروں کی چھتوں پر سونا برصغیر یا اس جیسے دیگر ممالک میں ایک عام رواج ہے خصوصًا دیہات میں یہ امر روزمرہ کی بات ہے خواہ وہ چھت منڈیر کے بغیر ہی کیوں نہ ہو لیکن اپنی نوعیت میں یہ امر کسی خطرہ سے خالی نہیں اسی لئے آنحضور ﷺ نے بغیر منڈیر والی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

عَن جَابِرٍ رضی اللّٰه عنه قَال: نَهیٰ رَسُول اللّٰه ﷺ اَنْ یَّنَامَ الرَّجُلُ عَلیٰ سَطْحٍ لَیْسَ بِمَحْجُوْرٍ عَلَیْهِ۔

(ترمذی ابواب الادب باب ما جاء فی الفصاحة والبیان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس پر پردہ کی دیوار یا منڈیر نہ ہو۔

لیکن لوگ اپنے آرام اور نیند کے مزے کی خاطر اس فرمانِ نبویؐ کی پرواہ نہیں کرتے۔ اُدھر خدا کا برگزیدہ مسیح و مہدی موسم کی شدت کے باوجود اپنے اردگرد کے ماحول کا اثر نہیں لیتا بلکہ اس امر میں بھی اپنے رسول کی چھوٹی سی نصیحت کو اپناتا ہے اور اس کے لئے اپنے آرام وسکون کی پرواہ نہیں کرتا۔

حضرت میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’ایک دفعہ گورداسپور میں پہلے پہلے جب کرم دین کے مقدمہ میں حضور تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے ایک کوٹھی غالبًا کرایہ پر لی تھی، گرمی کے دن تھے چارپائیاں شام کے بعد ہم نے چھت پر چڑھا دیں اور لکڑی کی سیڑھی لگا کر ہم چھت پر چڑھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی چڑھے مگر اوپر پہنچتے ہی فرمایا کہ یہاں سے چارپائیاں نیچے اتار دو کیونکہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس چھت کے منڈیر اونچے نہ ہوں وہاں نہیں سونا چاہئے۔ چنانچہ چارپائیاں اُتار دی گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک کمرے میں سوئے۔ مجھے یاد ہے کہ مفتی محمد صادق صاحب اُس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پنکھا کرتے رہے‘‘۔

(الفضل 12 دسمبر 1942ء صفحہ 3 کالم 3,4)

اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ آپ مولوی کرم دین والے تکلیف دہ فوجداری مقدمہ کے تعلق میں گورداسپور تشریف لے گئے اور وہ سخت گرمی کا موسم تھا اور رات کا وقت تھا، آپ کے آرام کے لئے مکان کی کُھلی چھت پر چارپائی بچھائی گئی جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سونے کی غرض سے چھت پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں ہے آپ نے ناراضگی کے لہجہ میں خدام سے فرمایا:

’’کیا آپ کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ آنحضرت

ﷺ نے بے پردہ اور بے منڈیر کی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔

چونکہ اُس مکان میں کوئی اور مناسب صحن نہیں تھا آپ نے گرمی کی انتہائی شدت کے باوجود نیچے کے مسقّف کمرے میں سونا پسند کیا مگر اُس کھلی چھت پر نہیں سوئے۔ آپ کا یہ فعل اس وجہ سے نہیں تھا کہ پردہ کے بغیر چھت پر سونا کسی خطرے کا موجب ہو سکتا ہے بلکہ اس خیال سے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے''۔

(سیرت طیبہ صفحہ 109,110 از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ۔ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

(6)

اسی جگہ پر حضور کے اطاعتِ رسولؐ کا ایک اور واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں:

''ایک اور موقعہ پر جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے کمرے میں تشریف رکھتے تھے اور اُس وقت باہر سے آئے ہوئے کچھ مہمان بھی آپ کی خدمت میں حاضر تھے کسی شخص نے دروازے پر دستک دی اِس پر حاضر الوقت لوگوں میں سے ایک شخص نے اُٹھ کر دروازہ کھولنا چاہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُن صاحب کو اُٹھتے دیکھا تو جلدی سے اُٹھے اور فرمایا:

''ٹھہریں ٹھہریں مَیں خود دروازہ کھولوں گا۔ آپ مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔''

❁......یعنی مہمان نوازی کے حوالے سے ہی آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے اَلضِّیَافَۃُ ثَلٰثَۃُ اَیَّامٍ۔

(ابو داؤد کتاب الاطعمۃ باب فی الضیافۃ)

یعنی مہمان نوازی تین دنوں تک ہوتی ہے حضرت اقدسؑ اس قولِ رسول کا بھی کس قدر لحاظ رکھتے ہیں، حضرت شیخ غلام احمد صاحب واعظ رضی اللہ عنہ سابق لالہ ہیرا لعل بیان کرتے ہیں:

''1900ء کے بعد قادیان میں خدا کے فضل سے مقیم ہو گیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد میں نے شیر فروشی کی دکان کر لی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ مَیں سیر بھر دودھ روزانہ آپ کے لئے بھیجا کروں گا۔ آپ نے فرمایا مَیں نے تو بکری رکھی ہوئی ہے! مگر مَیں تین روز دودھ بھیجتا رہا۔ چوتھے روز آپ نے کہلا بھیجا کہ آج دودھ نہ بھیجنا۔ مَیں نے رقعہ کے ذریعہ عرض کیا کہ کیا حضور ناراض ہو گئے ہیں یا دودھ اچھا نہیں ہوتا؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ شریعت اسلام میں دعوت کی حد تین دن ہے۔ اللہ کریم رسول کریم ﷺ کو تعلیماً فرماتا ہے وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ۔ پس میں نے اسی پر عمل کیا۔''

(الحکم 7 دسمبر 1934ء صفحہ 13 کالم 1)

(7)

طاعون کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کا ایک ارشاد حدیث میں آیا ہے کہ اِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُوْنِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْھَا، وَاِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِھَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْھَا۔

(بخاری کتاب الطب باب ما یُذکر فی الطاعون)

یعنی جب تم سنو کہ کسی علاقے میں طاعون پھوٹ پڑی ہے تو تم ہرگز اس علاقے میں داخل نہ ہو اور اگر تم بھی اُسی علاقے میں موجود ہو جہاں طاعون پھوٹی ہے تو پھر اس علاقے سے مت نکلو۔ اِس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان نشانوں میں طاعون کو بھی ظاہر فرمایا حضور کو اپنی جماعت کے لوگوں کی غیر معمولی الٰہی حفاظت کا یقین تھا اور اس حوالے سے تاریخ احمدیت میں سینکڑوں واقعات موجود ہیں لیکن ان الٰہی بشارات کے باوجود آپ اس ضمن میں فرمانِ رسول ﷺ کی کس قدر پاسداری فرماتے ہیں، حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اپنے والد ماجد حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''غالباً 1905ء کا واقعہ ہے کہ طاعون پنجاب میں زوروں پر تھی۔ راولپنڈی کا ضلع خاص طور پر لقمہ اجل بنا ہوا تھا حضرت والد صاحب مرحوم نے حضور علیہ السلام سے اپنے وطن (سیہالہ ضلع راولپنڈی) جانے کی درخواست کی مگر حضور علیہ السلام نے اس بناء پر جانے سے روک دیا کہ حدیث میں منع ہے کہ کوئی شخص ایسی جگہ جائے جہاں وبا پھیلی ہوئی ہے''۔

(الفضل 24 اپریل 1943ء صفحہ 3)

(8)

نماز میں امام کی اتباع کے متعلق حضرت نبی کریم ﷺ نے سختی سے تاکید فرمائی ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے لَا تُبَادِرُوْا أَئِمَّتَکُمْ...(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوات باب الرجل یرفع رأسہ قبل الامام) یعنی اپنے امام سے جلدی نہ کیا کرو۔

حضرت امام بخاریؒ نے بھی بخاری کتاب الاذان میں اسی حوالے سے ایک باب اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِہٖ باندھا ہے یعنی امام تو صرف اسی لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے چنانچہ اس پہلو سے بھی حضرت امام الزماں علیہ السلام فرمانِ رسولؐ کی پیروی میں ایک حسین نمونہ پیش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، حضرت چوہدری غلام سرور باجوہ صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ظہر کی نماز ہو رہی تھی اور حضرت خلیفہ اولؓ نماز پڑھا رہے تھے، حضرت صاحب پیچھے کھڑے تھے جب اللہ اکبر ہوئی اور مقتدی کھڑے ہو گئے حضرت خلیفہ اوّل بڑھاپے کی وجہ سے جلدی نہ اُٹھ سکے، حضرت صاحب نے احتیاط کی یعنی امام کی پوری پوری اقتداء کی۔ باقی نے خیال نہ رکھا''۔

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 1 صفحہ 79)

(9)

خدا کے مامور جب بھی دنیا میں آتے ہیں تو الٰہی احکام کے مطابق تبلیغ ان کے اہم فرائض میں سے قرار دی جاتی ہے خود آنحضرت ﷺ کو بھی بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کا سبق دیا گیا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس پہلو سے ایک عام انسان سے لے کر وقت کے حاکموں تک کو پیغامِ حق پہنچایا ہے اور اس فرض کو نہایت احسن طور سے سرانجام دیا ہے، تبلیغ کے حوالے سے ہی آپؑ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کو جب وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (الشعراء :215) کا حکم ہوا تو آپ نے نام بنام سب کو خدا کا پیغام پہنچا دیا، ایسا ہی مَیں نے بھی کئی مرتبہ عورتوں اور مردوں کو مختلف موقعوں پر تبلیغ کی ہے اور اب بھی کبھی گھر میں وعظ سنایا کرتا ہوں''۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 584)

(10)

دانتوں کی صفائی کے حوالے سے آنحضرت ﷺ کی بڑی تاکیدی ہدایات احادیث میں موجود ہیں اور روزانہ منہ اور دانتوں کی صفائی آپؐ کا معمول تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کَانَ نَبِیُّ اللّٰہِ ﷺ یَسْتَاکُ (سنن ابی داؤد کتاب الطھارۃ باب غسل السواک) یعنی آنحضور ﷺ مسواک کیا کرتے تھے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی یہ فعل روزمرہ کے معمولات میں سے نظر آتا ہے ایڈیٹر صاحب اخبار ''بدر'' حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''حضرت صاحب مسواک کو بہت پسند فرماتے ہیں اور علاوہ مسواک کے اور مختلف چیزوں سے دن میں کئی دفعہ دانتوں کو صاف کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی بھی یہی سنّت تھی پس سب کو چاہئے کہ اس طرف بھی توجہ رکھا کریں''۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 157,158)

(11)

جس زمانے میں حضرت اقدس نے آنکھ کھولی اُس زمانے میں امت مسلمہ بہت سے اختلافی مسائل کا شکار تھی، بعض قرآنی آیات کے استنباط میں مختلف آراء تھیں جن کی بنیادوں پر پھر ایک دوسرے پر فتووں کی بھرمار تھی۔ حضور نے بحیثیت حَکَم امت کو ان اختلافی مسائل کا حل بتایا۔ حضور قرآنی آیات کی تفسیر قرآن کے علاوہ سنت نبوی سے بھی ڈھونڈتے تھے اور اس کے ذریعہ قرآنی آیات کے مختلف معانی کو کھولتے مثلاً پاؤں پر مسح کا مسئلہ امت کے بعض فرقوں میں ایک غیر ضروری بحث کا رنگ اختیار کر گیا ہے۔ حضور کے ایک صحابی حضرت چوہدری رستم علی صاحب رضی اللہ عنہ یکے از 313 (وفات 11 جنوری 1909ء بہشتی مقبرہ قادیان) نے اس اُلجھن کا حل حضرت اقدس سے دریافت فرمایا تو آپؑ نے اس عقدے کا حل اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عملی فعل سے ہی اخذ فرمایا۔ چنانچہ حضور نے ان صحابی کو بذریعہ خط جواباً تحریر فرمایا:

''پاؤں کے مسح کی بابت یہ تحقیق ہے کہ آیت کی عبارت پر نظر ڈالنے سے نحوی قاعدہ کی رُو سے دونو طرح کے معنے نکلتے ہیں یعنی غسل کرنا اور مسح کرنا اور پھر ہم نے جب متواتر آثار نبویہ کی رو سے دیکھا تو ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پاؤں کو دھوتے تھے اس لئے وہ پہلے معنے غسل کرنا معتبر سمجھے گئے''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر سوم صفحہ 78 مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ الیکٹرک پریس امرتسر)

غرض یہ کہ مجدد وقت ہونے کے لحاظ سے آپ نے اس زمانے میں سنت نبوی کا احیاء فرمایا اور چونکہ آپ چودھویں صدی کے مجدد تھے اس لیے اس پہلو میں آپ نے سنت نبوی کی پیروی کو نقطۂ کمال تک پہنچایا۔ جس طرح چودھویں رات کا چاند سورج سے روشنی اخذ کر کے روشنی اور حسن میں اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے اسی طرح چودہ صدیاں گذرنے کے باوجود آپ نے قرآنی حکم قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پر عمل کر کے سنت کے احیاء کو اس قدر عروج تک پہنچایا کہ خدا کی طرف سے وقت کے مامور ہونے کا شرف پایا، حضور علیہ السلام اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''براہین احمدیہ'' میں آنحضرت ﷺ کی مدح میں فرماتے ہیں:

اتباعش آں دہد دل را کشاد
کش نہ بیند کس بصد سالہ جہاد

یعنی اس (آنحضرت ﷺ) کی پیروی دل کو اس قدر انشراح بخشتے کہ کوئی سو سال جہاد کر کے بھی نہ پائے۔

زمانۂ حال کے پیروں فقیروں اور سجادہ نشینوں کی بدعات و رسومات کو دیکھ کر آپؑ ان سے سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہیں کیونکہ ان کے یہ افعال اسوۂ رسول سے کوسوں دور تھے اور قرآنی حکم وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ مَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (الحشر: 8) کے سخت مخالف تھے اور ان نام نہاد صوفیوں اور سالکوں نے خود سنت رسول سے ہٹ کر رسوم و عادات کی یہ زنجیریں اپنے پاؤں میں ڈال رکھی تھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''سالک'' کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''....سالک پر لازم ہے کہ اپنے تمام حرکت و سکون و قول وفعل میں، اوامر اور نواہی میں اللہ کی متابعت اختیار کرے اور کسی حالت میں قَالَ اللّٰہُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ سے باہر نہ جائے اور جو کچھ دوسرے لوگ اپنے نفس کی متابعت سے کرتے ہیں وہ اپنے رسول کی متابعت سے بجالاوے اور اپنے اعمال اور اقوال میں کوئی ایسی جگہ خالی نہ چھوڑے جس میں نفس کو کچھ دخل دینے کی گنجائش ہو پس جبکہ کامل طور پر اتباع سنت میسر آجائے گا اور ایک ذرّہ نفس کی پیروی نہیں رہے گی بلکہ ظاہر و باطن متابعت رسول کریم سے منور ہو جائے گا تو یہ وہ حالت ہے جس کا نام فنا بامر اللہ ہے۔ مگر ہائے افسوس کہ اس پُر ظلمت زمانہ میں بجائے اس کے کبریت احمر کا قدر کریں اکثروں کو اس طریق سے بغض ہے اور اتباع سنّت سے ایک چڑ ہے... اَللّٰھم اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ. اَللّٰھم ارْحم اُمَّۃَ محمّدٍ. اَللّٰھم اَنْزِلْ عَلَیْنَا بَرَکَاتِ مُحَمَّد وَ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ''۔

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 49,50 از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ۔ کارخانہ انوار احمدیہ مشین پریس قادیان 29 دسمبر 1908ء)

اسی لئے حضور علیہ السلام نے اس زمانے میں ریاضاتِ شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کے بجائے اللہ اور اس کے رسول کی بتائی ہوئی راہوں کے مطابق رضائے الٰہی کی جستجو کی تاکید فرمائی ہے۔ اتباع سنت کے سلسلے میں آپ نے محبتِ رسولؐ میں آلِ رسولؐ کی سنت کا بھی التزام فرمایا ہے، آپ فرماتے ہیں:

فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رُک نہیں سکتی، سو یہ اسی کی عنایت ہے۔ مَیں نے کبھی ریاضت شاقہ بھی نہیں کیں اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلّہ کشی کی اور نہ خلاف سُنّت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا جس پر خدا تعالیٰ کے کلام کو اعتراض ہو بلکہ میں ہمیشہ ایسے

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

وقف جدید حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی آخری تحریک تھی۔ اس تحریک کو اب 50 سال مکمل ہو گئے ہیں۔

خلافت کی پہلی صدی کے آخری سال کا اختتام اس الٰہی تحریک کے اعلان سے ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے بھی وقف جدید کی اہمیت ہے۔

جماعتی نظام اور ناصرات و اطفال کی ذیلی تنظیمیں بھی اس طرف توجہ کریں کہ زیادہ سے زیادہ بچے وقف جدید کے چندے میں شامل کریں۔

گزشتہ دس سال میں جتنے احمدی ہوئے ہیں، جو بیعتیں ہوئی ہیں انہیں بھی بطور خاص وقف جدید میں شامل کریں۔

اگر غریب بھی ہیں تو چاہے ٹوکن کے طور پر معمولی چندہ دیں لیکن مالی قربانی میں شامل ہونا چاہئے۔

مالی قربانی کی عادت پڑے گی تو پھر یہ تقویٰ کی ترقی کا باعث بنے گی۔

دعاؤں اور قربانیوں سے تقویٰ میں بڑھیں اور خلافت کی نئی صدی کا استقبال کریں اور اس میں داخل ہوں۔

اس سال مجموعی طور پر وقف جدید میں 24 لاکھ 27 ہزار پاؤنڈ مالی قربانی ہوئی۔ پاکستان نمبر ایک پر، امریکہ دوسرے نمبر پر اور برطانیہ تیسرے نمبر پر رہا۔ مختلف پہلوؤں سے جماعتوں کی قربانی کا جائزہ۔

وقف جدید کے 51ویں سال کے آغاز کا اعلان

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 04؍جنوری 2008ء بمطابق 04؍صلح 1387 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ-اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ-صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرہ:262-263)

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کے نیک عمل کا ذکر کیا ہے اور پھر ان پر اپنے فضل کا اور انعام کا۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو اپنے اموال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر جو خرچ کرتے ہیں اس کا احسان جتاتے ہوئے یا تکلیف دیتے ہوئے پیچھا نہیں کرتے اُن کا اجر اُن کے ربّ کے پاس ہے اور اُن پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

یہ لوگ کون ہیں؟ یہاں مخاطب کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والے کو اجر دیتا ہے۔ بعض لوگ اللہ کی خاطر نیکی نہیں بھی کرتے لیکن نیکی ہوتی ہے۔ دکھاوا بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ تو ان کو اجر دیتا ہے۔ سیاق وسباق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومنین کی جماعت کا ذکر ہو رہا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ (البقرۃ:273) یعنی تم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے علاوہ کبھی خرچ نہیں کرتے۔ پس یہ مومن کی شان ہے اور ہونی چاہئے کہ وہ اپنا ہر فعل خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے۔ یہاں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی بھی یہی نشانی بتائی کہ کیونکہ اللہ کی رضا کا حصول خرچ کے پیچھے کارفرما ہوتا ہے اس لئے لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى جو خرچ ہیں اس کا پھر تکلیف دیتے ہوئے، احسان جتلاتے ہوئے پیچھا نہیں کرتے۔ جبکہ غیر مومن کی یہ نشانی ہے کہ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ (النساء:39) یعنی اپنے اموال لوگوں کے سامنے دکھاوے کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔ اور فرمایا یہ لوگ جو دکھاوے کی خاطر خرچ کرتے ہیں لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ (النساء:39) اور جو نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہو نہ یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ شیطان کے ساتھی ہیں ان کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس ایک مومن جو شیطان سے دُور بھاگتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑتا ہے اور جوڑنا چاہتا ہے وہ کبھی دکھاوے کے لئے خرچ نہیں کرتا اور جب کسی قسم کا دکھاوا نہیں ہوتا، خالص اللہ تعالیٰ کی خاطر سب کچھ خرچ ہے، اللہ تعالیٰ کی خاطر وہ اپنا ہر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو فرمایا لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کہ اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا، نہ وہ غم کریں گے۔

پس کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے کبھی اللہ کی راہ میں کچھ خرچ بھی کیا ہے کہ نہیں۔ کبھی یہ احسان نہیں جتاتے کہ ہم نے فلاں وقت اتنا چندہ دیا اور فلاں وقت اتنا چندہ دیا۔ آج ہم جائزہ لیں، نظریں دوڑائیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہی ایسے لوگ نظر آتے ہیں جو ایک کے بعد دوسری قربانی دیتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے چلے جاتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں کہتے کہ ہم نے جماعت پر احسان کیا ہے۔ اگر کوئی اِکّا دُکّا ایسا ہوتا بھی ہے تو وہ بیمار پرندے کی طرح پھڑ پھڑاتا ہوا ڈار سے الگ ہو جاتا ہے اور کہیں جنگل میں گم ہو جاتا ہے اور پھر درندوں اور بھیڑیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ نہ دین کا رہتا ہے نہ دنیا کا۔ یہی ہم نے اب تک دیکھا ہے۔ جب بھی کوئی عافیت کے حصار سے باہر نکلے تو یہی انجام ہوتا ہے۔ بہرحال ضمناً مَیں یہ ذکر کر رہا تھا۔ جو بات مَیں کہہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل کر کے ان لوگوں میں شامل فرما دیا جن کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم ہے اور جو بھی قربانی کریں، جو بھی مال لبیک کہتے ہوئے اللہ

تعالیٰ کی راہ میں دیں، اللہ تعالیٰ بے شمار اجر دیتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَاَنْفَقُوْا لَھُمْ اَجْرٌ کَبِیْرٌ (الحدید:7) پس تم میں سے وہ لوگ جو ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ اللہ کی طرف سے تو جو بھی اجر ہے اتنا بڑا ہے کہ انسان کی جو سوچ ہے وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن فرمایا صرف اجر ہی نہیں ایسے مومنوں کے لئے اجر کبیر ہے۔ پس کتنے خوش قسمت ہیں وہ جنہیں اللہ تعالیٰ ایسے اجروں سے نوازے اور کتنے خوش قسمت ہیں احمدی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آئے اور آپ نے یہ روح ہمارے اندر پیدا کی۔ صحیح اسلامی تعلیم کے حسن و خوبی سے ہمیں آگاہ کیا روشناس کروایا۔ اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق پیدا کرنے کے راستے ہمیں دکھائے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے حسن کو کھول کھول کر ہم پر ظاہر فرمایا، جس سے احمدی کے دل میں مرضات اللہ کی تلاش کی چنگاری بھڑکی۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ: ''مال کے ساتھ محبت نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران:93) تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم ان چیزوں میں سے کوئی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جن سے تم پیار کرتے ہو۔ اگر آنحضرت ﷺ کے زمانے کے ساتھ آج کل کے حالات کا مقابلہ کیا جاوے تو اس زمانہ کی حالت پر افسوس آتا ہے کیونکہ جان سے پیاری کوئی شے نہیں اور اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ہی دینی پڑتی تھی۔ تمہاری طرح وہ بھی بیوی اور بچے رکھتے تھے۔ جان سب کو پیاری لگتی ہے مگر وہ ہمیشہ اس بات پر حریص رہتے تھے کہ موقع ملے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کر دیں''۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام جلد دوم۔ سورۃ آل عمران زیر آیت 93 صفحہ130-131)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر، اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آ جاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔.......... لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے''۔

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20صفحہ 307-308)

فرمایا کہ یہ اس صورت میں ہوگا جب تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے، اپنے نفس کو چھوڑ دو گے، تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے'' اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے۔ اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں۔ اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا''۔ (ایضاً)

پس کتنے خوش قسمت ہیں ہم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایسا امام عطا فرمایا جس نے ہمیں خدا سے ملنے کے راستے روشن کر کے دکھائے۔ آنحضرت ﷺ کے غلاموں کی حقیقی روح ہم میں پیدا کی، قرآن کریم کی خوبصورت تعلیم کا فہم و ادراک ہم میں پیدا کیا، جس پر چل کر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی کو بھی اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بتایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی اہمیت ہم پر واضح فرمائی تاکہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کا کام بخوبی ہو سکے اور ہر فرد جماعت اس کو بخوبی انجام دے سکے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلفاء بھی اس طرف جماعت کو توجہ دلاتے رہے ہیں اور دلاتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے عبادات کے ساتھ ہر قسم کی قربانیوں کا بھی ذکر ہے اور مالی قربانیاں بھی ان میں سے ایک ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جن کا عرصہ خلافت تقریباً 52 سال پر پھیلا ہوا تھا، آپ نے جماعتی نظام کو مضبوط در مضبوط فرمایا۔ اس کی تنظیم کی۔ تربیتی، تبلیغی، روحانی، مالی پروگرام جماعت کو دیئے تاکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کے حصول کے لئے ہم تیزی سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ انہی تبلیغی اور تربیتی پروگراموں کے لئے ایک سکیم وقف جدید کی بھی تھی جو آپؓ نے جماعت کے سامنے رکھی اور اس کے لئے مالی قربانی کی بھی اور واقفین زندگی معلمین کی بھی تحریک فرمائی تاکہ برصغیر پاک و ہند کے دیہاتوں میں، زیادہ تر پاکستان میں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام تیزی سے پھیلایا جا سکے۔ 27 دسمبر 1957ء کو آپ نے اس کا اعلان فرمایا تھا۔ گویا آج اس تحریک کو بھی 50 سال پورے ہو گئے ہیں اور 51واں سال شروع ہو گیا ہے۔ یہ تحریک شروع میں جیسا کہ مَیں نے کہا پاکستان ہندوستان اور بنگلہ دیش کے لئے ہی تھی اور زیادہ تر انہی ملکوں کے احمدی اس میں حصہ لیتے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ صحیح طور پر صرف پاکستانی احمدی اس میں حصہ لیتے تھے جس میں ایک مالی پہلو بھی تھا، مالی قربانی بھی تھی اور وقف جدید کے لئے بہت بڑی رقم جو اس کام کے لئے تھی پاکستانی احمدی ہی مہیا کرتے تھے۔ اسی طرح واقفین زندگی معلمین تھے وہ بھی انہی میں سے تھے۔ تو بہر حال 1985ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کے احمدیوں کو اس طرف توجہ دلائی کہ پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش کے احمدیوں نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے دنیا میں پھیلانے میں مالی جانی اور وقت کی قربانی دی ہے۔ وہ لوگ قربانیاں دیتے رہے ہیں۔ اب باہر کی جماعتیں خاص طور پر جو یورپ اور امریکہ کی جماعتیں ہیں اُن کو اس احسان کو یاد کرتے ہوئے تبلیغی اور تربیتی پروگراموں میں ان کی مدد کرنی چاہئے اور خاص طور پر ہندوستان کی جماعتوں کی کیونکہ وہاں تعداد تھوڑی ہے اور اکثریت غریبوں کی ہے۔ گو بعد میں ہندوستان میں نئی بیعتوں کی وجہ سے تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ لیکن وہاں بھی اکثریت غریب لوگوں کی ہے جن کا چندہ، وہاں کے جو اخراجات ہیں اس کے مقابلے پہ بہت کم ہے۔ بہر حال وقف جدید کے چندہ کی تحریک کو 1985ء سے تمام دنیا پر لاگو کر دیا گیا۔ یورپ اور امریکن ممالک کا چندہ وقف جدید زیادہ تر ہندوستان اور افریقن ممالک کے جو تبلیغی اور تربیتی پروگرام ہیں ان پر خرچ ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تحریک تمام دنیا میں جاری ہے۔ تمام دنیا کے احمدی اس میں حصہ لیتے ہیں اور احمدی اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے اپنی توفیق کے مطابق جیسا کہ مَیں نے کہا اس کی جو مالی ضرورت ہے اس کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ 1957ء میں جب وقف جدید کی سکیم کا آغاز ہوا تو اُس وقت اِس کا جو پہلا سال تھا 1958ء تھا۔ اس لئے ہر سال اس تحریک کا، وقف جدید کا مالی پہلوؤں کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے اور مالی قربانیاں جو احباب جماعت کرتے ہیں ان کو ایک سال کے بعد جنوری کے شروع میں جماعت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے مَیں بھی آج وقف جدید کے بارے میں ہی بات کر رہا ہوں۔ یہ اس سال 2008ء کا پہلا جمعہ ہے اور اس کے ساتھ نئے سال کا اعلان بھی کرتا ہوں اور اس بارے میں مزید چند باتیں بھی کروں گا۔

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ یہ سکیم زیادہ تر پاکستان بنگلہ دیش وغیرہ میں شروع تھی اور خلیفہ وقت کے مخاطب عموماً وہیں کے احمدی ہوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے پاکستانی احمدی بچوں کو کہا تھا کہ تم وقف جدید کا بوجھ اٹھاؤ اور اپنے بڑوں کو بتا دو کہ احمدی بچے بھی جب ایک فیصلہ کر کے کھڑے ہو جائیں تو بڑے بڑے انقلاب لانے میں مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ احمدی بچوں اور بچیوں نے اس اعلان کے بعد جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اور جو کام بچوں کے سپرد کیا تھا ایک دوسرے سے بڑھ کر مالی قربانیاں دینے کی کوششیں کیں اور وقف جدید کا چندہ اطفال و ناصرات کے

خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی شکرانہ فنڈ

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ 2008ء میں جماعت خلافت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی کو عالمگیر سطح پر منانے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ مرکزی کمیٹی خلافت احمدیہ صد سالہ جوبلی نے اس مبارک موقع پر شکرانہ کے طور پر دس لاکھ پاؤنڈ سٹرلنگ کی رقم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمت میں پیش کرنے کی تجویز دی تھی جسے حضور ایدہ اللہ نے منظور فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ سے وابستہ افراد جماعت احمدیہ عالمگیر کو خلافت کی عظیم الشان نعمت کا بھرپور احساس ہے۔ احباب کی یاددہانی کے لئے تحریر ہے کہ وہ انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی اس شکرانہ فنڈ میں دلی محبت اور خلوص کے ساتھ حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلافت کی برکات سے دائمی حصہ عطا فرمائے اور ہمیں اپنے شکرگزار بندوں میں شامل فرمائے۔

محرم میں کثرت سے درود پڑھیں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محرم کے دن شروع ہو چکے ہیں اور اس عرصے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آل پر کثرت سے درود پڑھنا چاہئے۔ مسلسل درود پڑھنا تو انسان کی فطرت ثانیہ ہو جانا چاہئے مگر محرم کے دردناک ایام کے تصور سے درود میں زیادہ درد پیدا ہو جاتا ہے۔ پس اس بات کو نہ بھولیں۔ سفر میں حضر میں جب توفیق ملے، جب ذہن اس طرف فارغ ہو جائے یعنی درود پڑھنے کے لئے مرکوز ہو سکے اس وقت دل کی گہرائی سے اور محرم کے تصور سے دل کے درد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی آل پر درود بھیجا کریں۔ (الفضل 29/جون 1999ء)

چندے کے نام سے احمدی بچوں اور بچیوں کی پہچان بن گیا۔ بچوں کی آمدنی تو کوئی نہیں ہوتی، وہ تو اپنے جیب خرچ میں سے جب کوئی بڑا ان کو پیسے دے دے تو اس میں سے چندہ دے دیتے ہیں یا بعض والدین بھی ان کی طرف سے دیتے ہیں۔ لیکن یہ بچوں کا جوش اور جذبہ ہے کہ پاکستان میں وقف جدید کے چندوں میں بچوں کی جو شمولیت ہے وہ بڑوں کی شمولیت کا تقریباً نصف ہے۔ گو کہ میرے خیال میں یہاں بھی اضافے کی بڑی گنجائش ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تسلی بھی ہے کہ ایسے بچے جن کو اس طرح بچپن میں مالی قربانی کی عادت پڑ جائے وہ آئندہ نسلوں کی قربانیوں کی ضمانت بن جایا کرتے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ روح ہمارے بچوں میں بڑھتی چلی جائے اور اب جب کہ یہ وقف جدید کی تحریک تمام دنیا میں رائج ہے تو بچے بھی اور ماں باپ بھی اور سیکرٹریان وقف جدید بھی اس طرف خاص توجہ کریں ۔ جماعتی نظام اور ناصرات و اطفال کی ذیلی تنظیمیں بھی اس طرف توجہ کریں کہ زیادہ سے زیادہ بچے وقف جدید کے چندے میں شامل کریں۔ بچوں کو اس کی اہمیت کا احساس دلائیں، قربانی کی روح ان میں پیدا کریں۔ جو بچے اس مادی دور میں اس طرح قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں گے، اس طرح قربانی کرتے ہوئے پروان چڑھیں گے، وہ نہ صرف جماعت کا بہترین وجود بنیں گے بلکہ اپنے روشن مستقبل کی بھی ضمانت بن جائیں گے۔ لہو ولعب سے بچتے ہوئے، فضولیات سے بچتے ہوئے، لغویات سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں گے۔ پس ہمیشہ اس بات کو بڑے بھی یاد رکھیں اور بچے بھی، عورتیں بھی اور مرد بھی کہ انقلاب قربانیوں سے ہی آتے ہیں اور اس زمانے میں جب ہر طرف مادیت کا دور دورہ ہے مالی قربانی نفس کی اصلاح کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ بچوں کی خواہشات بھی ہیں اور بڑوں کی خواہشات بھی ہیں لیکن اپنی خواہشات کو دبا کر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے مالی قربانی اس زمانے میں ایک بہت بڑا جہاد ہے۔ دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے خرچ کرنا تو آسان ہے لیکن دینی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مالی قربانی دینا یقیناً ایک جہاد ہے۔

پھر دوسری بات مَیں نومبائعین سے بھی کہنا چاہتا ہوں اور نومبائعین کو سنبھالنے والوں سے بھی کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ نومبائعین کی جماعت سے تعلق میں مضبوطی تبھی پیدا ہوتی ہے جب وہ مالی قربانی میں شامل ہوتے ہیں۔ جب وہ اس اصل کو سمجھ جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا ایک ذریعہ مالی قربانی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو نومبائعین اس حقیقت کو سمجھ گئے ہیں وہ جماعت سے تعلق، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت اور اخلاص اور آنحضرت ﷺ کے عشق میں فنا ہونے کی منازل دوڑتے ہوئے طے کر رہے ہیں۔ بعض نومبائعین قربانیوں میں اوّل درجے کے شمار ہونے کے بعد بھی لکھتے ہیں کہ یہ قربانی ہم نے دی ہے لیکن حسرت ہے کہ کچھ نہیں کر سکے۔ انہیں یہ احساس ہے کہ ہم دیر سے شامل ہوئے تو قربانیاں کرتے ہوئے اُن منزلوں پر چھلانگیں مارتے ہوئے پہنچ جائیں جہاں پہلوں کا قرب حاصل ہو جائے۔ پس یہ وہ موتی اور ہیرے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے اور عطا فرما رہا ہے۔ جن کی حسرتیں دنیاوی خواہشات کے لئے نہیں بلکہ قربانیوں میں بڑھنے کے لئے ہیں اور جس قوم کی حسرتیں یہ رخ اختیار کر لیں اس قوم کو کبھی کوئی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ جب کہ خدائی وعدے بھی ساتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ یہ اعلان کر رہا ہو کہ مَیں تیرے ساتھ اور تیرے پیاروں کے ساتھ ہوں۔ پس جو کمزور ہیں، نئے احمدی ہوں یا پرانے، تربیتی کمزوریوں کی وجہ سے بھول گئے ہیں یا قربانیوں کی اہمیت سے لاعلم ہیں، ہمیشہ یاد رکھیں کہ مسلسل کوشش اور جدوجہد اُنہیں وہ مقام دلائے گی جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا مقام ہے۔ اس اہم کام کی سرانجام دہی کے لئے جہاں ہر احمدی کا فرض ہے کہ اس اہمیت کو سمجھے وہاں انتظامیہ کا بھی فرض ہے کہ احباب جماعت کو اس کی اہمیت بتائیں۔ نومبائعین کو اس کی اہمیت بتائیں۔

جب تک عہدیداران کے اپنے معیار قربانی نہیں بڑھیں گے ان کی بات کا اثر نہیں ہو گا۔ جہاں عہدیداران اپنی امانتوں کا حق ادا کرنے والے ہیں وہاں کی رپورٹس بتا دیتی ہیں کہ حق ادا ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ بہت محنت کرنے والے ہوتے ہیں لیکن بعض دفعہ یہ جو محنت کرنے والے ہیں یہ بھی صحیح طریق پر محنت نہیں کر رہے ہوتے۔ مثلاً چندوں کے معاملے میں۔ جو چندہ دینے والے مخلصین ہیں ہر تحریک کی کمی پورا کرنے کے لئے انہیں کو بار بار کہا جاتا ہے۔ جب کہ کئی دفعہ کہا گیا ہے کہ نئے شامل ہونے والوں کو بھی شامل کریں اور تعداد بڑھائیں۔ ہر ایک میں قربانی کی روح پیدا کریں۔ اگر شعبہ تربیت اور مال یا وقف جدید، تحریک جدید مشترکہ کوشش کریں تو کمزوروں کو بھی ساتھ ملایا جا سکتا ہے۔ شروع میں بعض دقتیں پیش آئیں گی لیکن دعا اور صبر سے یہ روکیں اور مشکلات بھی دور ہو جائیں گی انشاء اللہ۔ بعض لوگ لکھتے بھی ہیں اور زبانی بھی موقع ملے تو کہہ دیتے ہیں کہ بعض افراد جماعت پوری طرح تعاون نہیں کرتے، پروگراموں میں حصہ نہیں لیتے تو مَیں انہیں ہمیشہ یہی کہا کرتا ہوں کہ تمہارا کام یہ ہے کہ مسلسل دعا اور صبر سے کوشش کئے جاؤ۔ جو احمدی ہے اس میں کوئی نہ کوئی نیک فطرت کا حصہ ہے جس کی وجہ سے وہ احمدیت پر قائم ہے۔ پس کمزوروں کو ساتھ ملا کر چلنا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس لئے مسلسل کوشش کرتے رہنا چاہئے۔

اب جبکہ ہم خلافت کی نئی صدی میں چند ماہ تک داخل ہونے والے ہیں۔ جماعتی نظام جو مختلف شہروں اور ملکوں میں قائم ہیں اور ذیلی تنظیمیں بھی ایسے پروگرام بنائیں جس سے ہماری قربانیوں کے ہر قسم کے معیار بلند ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی تڑپ ہر ایک میں پیدا ہو جائے۔ ہر احمدی بھی، نئے بھی اور پرانے بھی اپنے جائزے لیں کہ کیا بہترین تحفہ ہم شکرانے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔

مجھے خیال آیا کہ وقف جدید کی یہ تحریک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی وہ آخری تحریک ہے جس میں تبلیغی، تربیتی اور مالی قربانیوں کا پروگرام دیا گیا ہے اور جیسا کہ مَیں نے بتایا یہ بھی 50 سال پورے کر کے اپنے 51ویں سال میں داخل ہو رہی ہے اور یہ خلافت کی پہلی صدی کی وہ خاص تحریک ہے جس کا سال کے آخر پر مختصر رپورٹ پیش کر کے نئے سال کا اعلان کیا جاتا ہے۔ وقف جدید، تحریک جدید کا تو اعلان کیا جاتا ہے لیکن اَور بھی تحریکات ہیں ان کا اس طرح باقاعدہ سال کے سال اعلان نہیں ہوتا اور یہ تحریک خلافت کی پہلی صدی کی وہ آخری تحریک ہے جس کا مَیں آج اعلان کر رہا ہوں یعنی خلافت کی پہلی صدی کے آخری سال کا اختتام بھی اس الٰہی تحریک کے اعلان سے ہو رہا ہے۔ اس لحاظ سے بھی وقف جدید کی ایک اہمیت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے 13، 14 سال پہلے وقف جدید کا اعلان کرتے ہوئے ہمارے ایک ماریشین واقف زندگی جہانگیر صاحب کی خواب کا ذکر کیا تھا۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ جماعت ایک میز کی شکل میں ہے جس کے چار پائے ہیں۔ جس میں سے میز کا ایک پایہ یا ٹانگ جو ہے وہ بڑھنی شروع ہوتی ہے اور یہ وقف جدید کا پایہ ہے جس سے توازن خراب ہوتا ہے تو میز کی تحریک جدید کی جو ٹانگ ہے یا جو پایہ ہے وہ بھی بڑھنا شروع کرتا ہے تاکہ بیلنس قائم رکھے لیکن وہ وقف جدید کے پائے کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ وہ بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ تو پھر اس پائے کو زبان ملتی ہے اور وہ وقف جدید کے پائے کو کہتا ہے کہ اپنی رفتار کم کرو تاکہ مَیں بھی تمہارے ساتھ مل جاؤں۔ اس پر وقف جدید کا پایہ یہ کہتا ہے کہ مَیں مجبور ہوں اپنی رفتار کم نہیں کر سکتا کیونکہ مَیں نے بڑھنا ہی اسی رفتار سے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں بتایا تھا کہ ایک تو مالی قربانی کی رفتار ہے۔ دوسرے یہ تعبیر کی تھی اور دعا کی تھی کہ یہ تعبیر سچ ہو کہ وقف جدید کے تحت جو تینوں ممالک خاص کام کر رہے ہیں ان میں انقلابی تبدیلی پیدا ہو اور جماعت تیزی سے ترقی کرے۔ ان تمام باتوں کی اہمیت کے پیش نظر مَیں بھی ان جماعتوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ حالات میں جس تیزی سے تبدیلی پیدا ہو رہی ہے یہ ملک اپنے تبلیغ اور تربیت کے کام کو بھی خاص طور پر سمجھیں اور کوشش کر کے اس رفتار کو تیز کرنے کی کوشش کریں اور جب اللہ تعالیٰ کی تائید اور دعا بھی ساتھ ہو تو کوئی نہیں جو اس رفتار ترقی کو روک سکے۔ اس نے بڑھنا ہی ہے۔ پس آگے بڑھیں اور جہاں مالی قربانیوں میں مثالیں قائم کر رہے ہیں وہاں دیہاتوں میں تبلیغی اور تربیتی کام کو بھی تیز کر دیں۔ تینوں ملکوں میں بھی اور افریقہ میں بھی وقف جدید کے تحت خاص منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ اللہ کرے کہ جو تعبیر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمائی تھی اس کو آج ہم تیزی سے پورا ہوتے دیکھیں۔ اس کے لئے مالی قربانی بھی ایک اہم حصہ ہے۔ کیونکہ مالی ضروریات بھی بڑھیں گی جب کام میں تیزی پیدا ہو گی۔ پس تمام ممالک اس میں مدد کریں۔ بچوں کی تربیت کے لئے جیسا کہ مَیں نے کہا تھا بچوں کو بھی بطور خاص توجہ دلائیں۔ ان کو بھی احساس ہو کہ یہ سب انقلاب اللہ تعالیٰ کی خاص تقدیر سے آ رہا ہے اس میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ اس طرح گزشتہ دس سال میں جتنے احمدی ہوئے ہیں، جو بیعتیں ہوئی ہیں، انہیں بھی بطور خاص وقف جدید میں

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

شامل کریں۔ مَیں نے نومبائعین سے رابطے بحال کرنے کے لئے کہا ہوا ہے۔ بہت سارے رابطے ضائع ہو گئے۔ اس پر بعض ملکوں میں بہت اچھا کام ہو رہا ہے۔ ان رابطوں کی بحالی کے لئے بھی مالی قربانی کی ضرورت ہے اور جب رابطے بحال ہوتے ہیں تو ان کو بھی مالی قربانی کی عادت ڈالیں اور ان کو اس کے لئے وقف جدید میں شامل کریں۔ اگر غریب بھی ہیں تو چاہے ٹوکن کے طور پر معمولی چندہ دیں لیکن مالی قربانی میں شامل ہونا چاہئے۔ مالی قربانی کی عادت پڑے گی تو پھر یہ تقویٰ کی ترقی کا باعث بھی بنے گی۔ اللہ تعالیٰ نے تقویٰ میں بڑھنے والوں کے لئے عبادات کے ساتھ قربانی کا بھی ذکر فرمایا ہے جس میں مالی قربانی بھی شامل ہے۔ پس مالی قربانی بھی دلوں کی پاکیزگی اور تقویٰ میں بڑھنے کے لئے ضروری چیز ہے۔

پس دعاؤں اور قربانیوں سے تقویٰ میں بڑھیں اور خلافت کی نئی صدی کا استقبال کریں اور اس میں داخل ہوں۔ ان قربانیوں کی عادت جو پڑے گی، یہ جاگ جو بچوں میں اور نئے آنے والوں میں لگے گی، قربانیوں کا احساس اور تقویٰ میں بڑھنے کا احساس جو تمام احمدیوں میں پیدا ہوگا یہ جہاں آئندہ انقلاب میں سب کو حصہ دار بناتے ہوئے خوشخبریاں دے گا اور ترقیات دکھائے گا۔ انشاء اللہ، وہاں فوج در فوج آنے والوں کو بھی قربانیوں کی اہمیت دلاتے ہوئے مالی قربانیوں میں شامل ہونے کی ترغیب دلائے گا۔ اور یوں جب خالصتاً للہ ان عبادتوں اور قربانیوں کے اعلیٰ معیار کے حصول کی کوشش ہو رہی ہوگی تو یہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام کا باعث بنے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والی ہوگی۔ آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کو تمام دنیا میں گاڑنے کا باعث بن رہی ہوگی۔ پس اس جذبے سے اپنے بھی جائزے لیں اور بچوں اور نومبائعین کو بھی خاص طور پر وقف جدید میں شامل کرنے کی کوشش کریں تاکہ ان مقاصد کا حصول کر کے جن کا مَیں نے ذکر کیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔

اب میں حسب روایت وقف جدید کے کوائف پیش کروں گا یعنی دنیا کے مختلف ممالک کا موازنہ اور وصولی پیش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجموعی طور پر وقف جدید میں 24 لاکھ 27 ہزار پاؤنڈ مالی قربانی ہوئی ہے اور یہ جو وصولی ہے گزشتہ سال سے تقریباً دو لاکھ پاؤنڈ زیادہ ہے۔ تو وقف جدید کے پائے کے اونچا ہونے کی ایک تو یہ ظاہری شکل ہمیں نظر آتی ہے کہ گزشتہ سال سے وقف جدید کی وصولی دو لاکھ پاؤنڈ زیادہ ہے۔ جبکہ نومبر میں مَیں نے جب تحریک جدید کا اعلان کیا تھا تو اس میں گزشتہ سال سے تحریک جدید میں جو وصولی تھی وہ ایک لاکھ دس ہزار پاؤنڈ زیادہ تھی۔ یعنی وقف جدید کا اس سال کا جو اضافہ ہے وہ تحریک جدید کی نسبت کافی زیادہ ہے تقریباً دوگنا۔

دنیا میں وقف جدید کی قربانی میں شامل جو پہلی دس جماعتیں ہیں ان میں پاکستان پہلے نمبر پر ہے، پھر امریکہ ہے، برطانیہ نمبر تین پہ ہے۔ نمبر 4 پر جرمنی، نمبر پانچ پہ کینیڈا، نمبر چھ پہ ہندوستان اور نمبر سات پہ انڈونیشیا، نمبر آٹھ پہ بلجیم، نمبر نو پہ آسٹریلیا اور نمبر دس پہ فرانس۔ کینیڈا اور جرمنی کا بڑا معمولی فرق ہے۔ کینیڈا اگر ذرا سا زور لگائے تو میرا خیال ہے آرام سے چوتھی پوزیشن آسکتی ہے۔

پاکستان کے حالات کے بارے میں ایک اخبار میں ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی جس میں بتایا گیا کہ 2007ء پاکستان کی تاریخ کا سب سے بدترین سال ہے اور معاشی لحاظ سے بھی بہت برا سال تھا۔ بہت سے جائزے پیش کئے گئے تھے۔ اس کے باوجود کہ غربت انتہاء کو پہنچ گئی۔ کاروباری لحاظ سے، معاشی لحاظ سے پاکستان بہت پیچھے تھا لیکن پھر بھی پاکستانی احمدیوں کے معیار قربانی نہیں گرے۔ اس میں پہلے سے بہتری پیدا ہوئی ہے۔ اس دفعہ میں سوچ رہا تھا کہ گزشتہ دنوں دسمبر میں جو حالات ہوئے ہیں، کراچی کے حالات بھی بہت زیادہ خراب تھے تو شاید اس سال پاکستان کی پوزیشن کوئی نہ ہو یا شاید وصولیاں کم ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جب مَیں نے ترقی دینی ہے تو پھر مدد بھی فرشتوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔ باوجود اس کے کہ ہر روز ہم نظارے دیکھتے ہیں اور مَیں خاص طور پر جماعتی ترقی کے نظارے دیکھتا ہوں اس لئے اپنی اس سوچ پر شرمندگی بھی ہوئی کہ خدا تعالیٰ پر بھی حسن ظن نہیں رکھا۔ اللہ رحم کرے۔

پس یہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے لوگ ہیں کہ جیسے بھی حالات ہو جائیں اپنی قربانیوں کے معیار کو نہیں گرنے دیتے۔

فی کس چندے کے لحاظ سے بھی جو جائزہ ہے اس کے مطابق امریکہ نمبر ایک پہ ہے 65 پاؤنڈ فی کس اور برطانیہ نمبر دو پہ 34 پونڈ، فرانس نمبر تین پر 31 پونڈ، کینیڈا نمبر چار پہ 21 پونڈ اور بلجیم نمبر پانچ پہ 18 پونڈ۔

افریقہ کی جماعتوں میں ترتیب کے لحاظ سے پہلی پانچ جماعتیں گھانا، نائیجیریا، بینن، بورکینا فاسو اور نمبر 5 تنزانیہ ہیں۔ گھانا بھی مالی قربانی میں کچھ سست ہو گیا تھا۔ شکر ہے میرے کہنے پر اب گھانا میں بھی ہل جل پیدا ہوئی ہے۔ افریقنوں میں عمومی طور پر مَیں نے دیکھا ہے کہ قربانی کا مادہ بہت ہے لیکن گھانا میں تو مَیں نے خود رہ کے دیکھا ہے۔ اتنا قربانی کا مادہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اگر ان میں کسی جگہ قربانی کی کمی ہے، اگر کچھ سستی ہے تو عام احمدیوں میں نہیں ہے، لوگوں میں نہیں ہے، بلکہ انتظامیہ اور کام کرنے والے اور کارکنان اور عہدیداران میں سستی ہے۔ ان کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو بہتر کریں اور اپنے لوگوں کو قربانیوں کے معیار حاصل کرنے سے محروم نہ رکھیں۔

وقف جدید کے چندہ دینے والوں کی کل تعداد 5 لاکھ دس ہزار ہے لیکن اس میں بھی بہت گنجائش موجود ہے۔ گزشتہ سال مَیں نے ہندوستان کو 5 لاکھ کا ٹارگٹ دیا تھا ان کو پورا کرنا چاہئے۔ وہ تقریباً سوا لاکھ کے قریب پہنچے ہیں۔ ان کو چاہئے کہ وہ مزید اس سے بہتر کریں۔

انگلستان کی جماعتوں میں سے فی کس ادائیگی کے لحاظ سے مسجد بیت الفضل لندن میرا خیال ہے نمبر ایک پہ ہے اور ساؤتھ ایسٹ لندن نمبر دو پہ اور نیو مالڈن نمبر تین پہ۔

امریکہ میں وصولیوں کے لحاظ سے سیلیکون ویلی، لاس اینجلس ایسٹ، شکاگو ویسٹ، ڈیٹرائٹ اور نمبر پانچ پہ لاس اینجلس ویسٹ۔

جرمنی میں ہمبرگ، گراس گیراؤ، فرینکفرٹ اور ویز بادن (اگر میں صحیح بول رہا ہوں تو) اور نمبر پانچ ڈامسٹڈ۔

پاکستان میں اطفال اور بالغان کا علیحدہ علیحدہ دفتر ہوتا ہے جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا۔ اطفال میں ناصرات بھی شامل ہیں تو اس میں پہلی پوزیشن بڑوں میں لاہور، کراچی اور نمبر تین ربوہ۔ اور اضلاع میں پہلا ضلع سیالکوٹ، نمبر دو راولپنڈی، نمبر تین اسلام آباد، نمبر چار فیصل آباد، نمبر پانچ شیخوپورہ نمبر چھ گوجرانوالہ، نمبر سات میرپور خاص، نمبر آٹھ سرگودھا، نمبر نو ملتان، نمبر دس گجرات۔

اطفال میں بھی اوّل، دوم سوم کی وہی ترتیب ہے لاہور، کراچی، ربوہ اور ضلعوں میں بھی تقریباً وہی ہے سوائے اس کے کہ بالغان میں نمبر 9 ملتان تھا اور یہاں نمبر 9 نارووال ہے۔ یہاں تھوڑی سی پوزیشن بدل گئی ہے۔ اسلام آباد نمبر ایک، سیالکوٹ نمبر دو، گوجرانوالہ نمبر تین، شیخوپورہ چار، فیصل آباد پانچ، راولپنڈی چھ، میرپور خاص سات، سرگودھا آٹھ، نارووال نو اور حیدر آباد دس۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مخلصین اور قربانیاں کرنے والوں کو بے انتہا اجر دے۔ ان کے مال و نفوس میں بے انتہا برکت ڈالے۔ جو قربانیاں کرنے والے ہیں وہ قربانیوں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی کے حوالے سے ایسے لوگوں کے بارے میں جو قربانیوں میں بہت بڑھ رہے ہیں ایک دفعہ یہ کہا تھا کہ ان کے اخلاص کو دیکھ کے ڈر لگتا ہے۔ اور یہ اخلاص میں بڑھنے والے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب دنیا کے ہر ملک میں پیدا ہو رہے ہیں۔ ان کے اخلاص سے یہ ڈر ہے کہ اخلاص کی وجہ سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے۔ اپنے وعدے کے مطابق جزائے کبیر عطا فرمائے۔ ان مخلصین کی قربانی کی روح آگے جاگ لگاتی چلی جائے اور ایسے قربانی کرنے والے پیدا ہوتے چلے جائیں جو اس قربانی کی روح کو کبھی مرنے نہ دیں۔ کبھی ماندہ نہ ہوں اور کبھی نہ تھکیں۔ ایسے نمونے بکھیرتے چلے جائیں کہ آئندہ آنے والوں کے دل ہمیشہ آپ کے لئے نیک جذبات اور دعاؤں سے بھرے رہیں اور آپ کے لئے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزا دے جنہوں نے ایسے نیک نمونے قائم کر کے آئندہ نسلوں میں بھی وہ روح قائم کی اور پیدا کی جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی روح تھی۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا

ایک تاکیدی ارشاد

’’نمازوں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔ تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔ کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام کو چھوڑو۔ ورنہ یہ بھی ایک مخفی شرک ہے‘‘۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29/اپریل 2005ء)

نئے سال کے شروع ہونے کی دعائیں اور رسومات سے اجتناب

(خالد سیف اللہ خان۔ آسٹریلیا)

دنیا بھر میں بالخصوص مغربی ممالک میں نئے سال کا آغاز بڑے دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ کروڑوں ڈالر آتشبازی اور پینے پلانے پر اڑا دئے جاتے ہیں۔ بعد میں کئی اہل دانش جو کاموں کی حقیقت اور انجام پر غور کرنے کے عادی ہوتے ہیں اخباروں میں خطوط وغیرہ کے ذریعہ سے یہ سوال پوچھتے بھی ملتے ہیں کہ آتشبازی کرکے ہم نے لاکھوں ٹن بارودی مادہ فضا اور زمین میں بکھیر کر فضائی آلودگی میں اضافہ کر دیا تو اس سے ہمیں حاصل کیا ہوا۔ کیا ہمارے اس فعل سے نیا سال امن وامان اور سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات کو بہتر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے یا نئے سال کی تقریبات اور ان پر اٹھنے والا صرفہ ایک ضیاع سے کم نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ سال کا نقطہ آغاز بھی محل نظر ہے۔ سال مثل ایک دائرہ کے ہے۔ دائرہ کے کسی نقطہ کو بھی اس کا آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ یکم جنوری کے علاوہ کسی بھی دن کو سال کا آغاز تصور کیا جا سکتا تھا۔ دنیا میں کئی قسم کے کیلنڈر رائج ہیں جن کا آغاز یکم جنوری کی بجائے سال کے دوسرے دنوں میں ہوتا ہے۔ رومنوں نے عیسیٰ ؑ کی پیدائش سے 153 سال پہلے ایک کیلنڈر رائج کیا۔ یہ کیلنڈر موسموں کے مطابق نہ تھا لہذا اس کی اصلاح 47 BC میں روم کے شہنشاہ نے اس کو 445 دن کا کر کے کی۔ 576 عیسوی میں رومی حکومت نے 21 مارچ سے سال کا آغاز کیا کیونکہ اس روز دن رات برابر ہوتے ہیں۔ لیکن اس کیلنڈر میں یہ غلطی تھی کہ اس کا سال سورج کے سال سے 18 گھنٹے اور 32 منٹ زیادہ لمبا تھا۔ لہذا کیلنڈر کے سال کو سورج کے سال کے ساتھ منطبق کرنا ضروری تھا تا سال کی کسی بھی تاریخ کو دن رات تقریباً برابر ہوں۔ پوپ گریگری سوئم نے یہ غلطی اس طرح دور کی کہ 4/اکتوبر 1582ء کو 15/اکتوبر کی تاریخ قرار دے دی اور آئندہ کے لئے ہر چوتھے سال کو لیپ کا سال بنا کر اس کے فروری کے مہینہ کو 28 کی بجائے 29 دنوں کا کر دیا۔ چنانچہ اسی لئے رائج الوقت کیلنڈر کو Gregorian Calander کہا جاتا ہے۔

اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت کے ذمہ یہ کام لگایا تھا وہ از سرنو دین کو زندہ کرنا اور شریعت محمدیؐ کو دنیا میں قائم کرنا تھا۔ اس لئے ہم احمدی مسلمان ہر کام میں آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تھا اَلدِّیْنُ یُسْرٌ کہ دین آسان ہے۔ آپؐ نے ہمیں ان تمام رسومات سے آزاد کیا جو عوام الناس اور غریب طبقہ کے لئے کسی اقتصادی تکلیف اور پریشانی کا موجب بنتے ہیں۔ بین الاقوامی مذہب ہونے کی وجہ سے مختلف قوموں کے رسم ورواج اور توہّمات مسلمانوں میں راہ پا چکے ہیں جن کو دور کرنا خدا تعالیٰ نے احمدیوں کے ذمہ لگایا ہے۔

ایک حدیث کے مطابق وہ قوم کبھی ہلاک نہیں ہوتی جو اپنی صحیح قدر وقیمت اور مقام کو پہچانتی ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ احمدی کوئی ایسی رسم اختیار نہ کریں جو تکلیف مالا یطاق ہو۔ چونکہ آنحضرت ﷺ نے کبھی برتھ ڈے نہیں منایا تھا۔ نہ فادر ڈے اور مدر ڈے منایا تھا، نہ محبوبوں کو تحائف دینے کا دن (Valentine Day) کبھی منایا تھا، نہ اپنے وفات شدگان کی برسیاں منائی تھیں۔ لہذا اب ہم احمدی بھی جن کا کام سنّت نبوی کو دوبارہ زندہ کرنا ہے اس طرح کے دن نہیں مناتے۔ ہاں ہم اپنے دینی تہوار مناتے ہیں۔ ہر جمعہ ہمارے لئے عید سے بڑھ کر ہے۔ پھر عیدین ہیں، تربیتی اجتماعات اور جلسے ہیں۔ پہلی مرتبہ مکمل قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی خوشی میں آمین کی تقریب مناتے ہیں۔ اس سے قرآن کی محبت وعظمت دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور دیکھنے والوں کو بھی قرآن کریم پڑھنے اور سمجھنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ جو بچہ ناظرہ قرآن ختم کرے اس کے والدین اسے حوصلہ افزائی کے طور پر حسب استطاعت کوئی انعام بھی دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ تقریب میں شرکت اختیار کرتے ہیں وہ اس لئے بچے کو تحائف نہیں دیتے تا یہ بھی ایسی رسم نہ بن جائے جو بعض افراد کے لئے بوجھ بن جائے اور بعض کے لئے گلہ شکوہ کا موجب بن جائے کہ ہم نے تو فلاں کے بچہ کو یہ تحفہ دیا تھا انہوں نے ہمارے بچہ کو کیوں ویسا ہی نہیں لوٹایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

تو بات یہ ہو رہی تھی کہ ہم آنحضرت ﷺ کی پیروی کرتے ہیں اور رسومات کی اندھا دھند پیروی سے اجتناب کرتے ہیں۔ لیکن آپؐ کی سنت کی پیروی میں کوئی بھی ایسا موقعہ جو دل میں دعا کی تحریک کرے اسے بغیر دعا کے خالی نہیں جانے دیتے۔ یعنی جس حد تک ان دعاؤں کی توفیق ملے کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ تو عبد کامل تھے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ عبادت سے مزیّن تھا۔ دعاؤں اور ذکر الٰہی سے آپ کے لب مبارک ہمہ وقت تر رہتے تھے۔ رات کو بھی جب آنکھیں سوتی تھیں تو دل جاگتا تھا۔ بات بات پر آپ کی توجہ خدا کی طرف پھرتی تھی اور خدا سے ہر آن مدد کی طالب ہوتی تھی۔ آپ سوتے وقت بھی دعائیں کرتے، پہلو بدلنے پر بھی دعا کرتے، نیند سے بیدار ہوتے تو دعا کرتے۔ پاخانہ کی جگہ پر جاتے وقت بھی دعائیں کرتے اور وہاں سے فراغت پر دعا کرتے۔ وضو شروع کرتے تو دعا کرتے، مکمل ہونے پر دعا کرتے۔ ساری نماز کو بطور دعا کے پڑھتے اور نماز کے بعد بھی دعا کرتے۔ گھر میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت دعا کرتے۔ ملتے اور جدا ہوتے وقت دوسروں کی سلامتی کی دعا دیتے۔ مریضوں کی شفایابی کے لئے دعا کرتے۔ کسی کی وفات پر دعا کرتے۔ قبرستان میں داخل ہوتے وقت دعا کرتے۔ قبروں پر وفات شدگان پر ایسے طرز پر دعا کرتے جیسے کوئی زندوں کو دعا دیتا ہے۔ آپؐ جب کچھ کھاتے یا پیتے تو اس کے آغاز میں اور آخر پر دعا کرتے۔ آپ شیشہ دیکھتے تو دعا کرتے۔ کپڑے پہنتے تو دعا کرتے۔ بازار میں جاتے تو دعا کرتے۔ ہر کام شروع کرنے سے پہلے دعا کرتے۔ کامیابی پر دعا کرتے۔ بیویوں اور بچوں سے ملنے پر دعا کرتے۔ گھبراہٹ، پریشانی، غم، بیماری، لاچاری اور بے بسی، نقصانات کے موقعوں پر دعا کرتے۔ ہر خوشی کے موقع پر دعا کرتے۔ سفر پر جاتے تو دعا کرتے۔ کسی بستی میں داخل ہوتے تو دعا کرتے۔

ہر روز صبح وشام آپ یہ دعا کرتے: اے اللہ مَیں تیرے نام سے اس صبح یا شام کے وقت میں داخل ہوتا ہوں۔ خدا تو وہ ہے جس کے نام کی برکت سے زمین وآسمان کی کوئی چیز مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ بہت سننے اور دیکھنے والا ہے۔ مَیں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔

نیا چاند دیکھتے تو دعا کرتے: اے اللہ یہ چاند ہم پر امن، ایمان، سلامتی اور سلام کے ساتھ چڑھے۔ یعنی ہم پر یہ مہینہ جسمانی، اخلاقی، روحانی اور ہر دوسری جہت سے امن والا ہو، ایمان پر قائم رہتے ہوئے گزرے۔ ہر دکھ، بیماری، تکلیف اور بُرے کاموں کے کرنے اور ان کے بدنتائج سے بچے رہنے والا ہو۔ اے خدا یہ مہینہ تیری اطاعت میں گزرے۔ یہ سارا مہینہ اسلام کی حالت میں گزرے یعنی تیرے حکموں کے آگے ہماری گردنیں خم ہوں۔ این مرضی چھوڑ کر تیری مرضی پر چلنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی امن وسلامتی دینے والے ہوں۔ کسی کو ناجائز تکلیف دینے والے نہ ہوں۔

آنحضرت ﷺ جو دعائیں ہر روز صبح وشام کرتے تھے، ہر نئے ماہ کے آغاز پر کرتے تھے، وہی دعائیں نئے سال کے بابرکت ہونے کے لئے کرنی چاہئیں۔ اے اللہ ہم تیرے نام کی برکت سے نئے سال کا آغاز کرتے ہیں تُو ہر آن دیکھنے اور سننے والا ہے۔ تیرے نام کی برکت سے زمین وآسمان کی کوئی چیز ہمیں تکلیف نہ دے۔ نیا سال امن، صحت وسلامتی اور اعمال صالحہ بجالانے کی توفیق دینے والا ہو۔ ہم سب لوگوں کے فتنوں سے محفوظ رہیں۔ اس سال اپنی نمازوں، دعاؤں اور عبادات میں ترقی کرنے والے ہوں اور خلافت کی رسّی کو ہم مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سنت نبویؐ پر کما حقہ عمل کرنے کی توفیق دے اور ہر قسم کی بدعات ولغو اور بیہودہ رسومات سے اجتناب کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے والے ہوں۔

❁❁❁❁❁

سال نو کا اب کے استقبال یوں فرمایئے
بھول کر سب رنجشیں باہم گلے مل جایئے
دوستوں اور دشمنوں میں فرق کچھ رہنے نہ دیں
کوئی بھی شکوہ کسی بھی لب پہ ہم آنے نہ دیں
دوریاں نزدیکیوں میں اب بدلنی چاہئیں
نفرتیں، باہم محبت میں بدلنی چاہئیں
ظلم کا بدلہ نہیں لینا کبھی بھی ظلم سے
دل جہاں کے جیتنے ہیں ہم نے پیار و حِلم سے
سختیاں سارے زمانے کی خوشی سے جھیل کر
گالیاں سن کر دعائیں ان کو دیں شام و سحر
سال نو میں رحمتوں اور برکتوں کا ہو نزول
سب دعائیں، التجائیں اے خدا کیجو قبول
ہیں جو پابندِ سلاسل بے وجہ و بے قصور
اپنی رحمت کا نشاں دکھلائے اب ربِّ غفور
اپنے فضلِ خاص سے سامان کر ایسے حبیب!
اب رہائی عزت و عظمت سے ہو سب کے نصیب
ظلم و استبداد کی راہیں سبھی مسدود ہوں
جابر و ظالم ستمگر نیست و نابود ہوں
ہم کو آزادی ہو تیرے نام کی تشہیر کی !!
ساری کڑیاں توڑ دے قدغن کی اس زنجیر کی
کوشش پیہم، ثبات قدم اور عزم صمیم
سب میں یہ اوصاف پیدا کر مرے ربّ کریم
آئے نہ لغزش کبھی بھی پائے استقلال میں !!
ہو نیا اک ولولہ ہر سال کے استقبال میں

(عبدالحمید خلیقؔ۔ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی

طالب علموں کے لئے زرّیں نصائح

(مرسلہ: محمد شریف خان۔ امریکہ)

تعلیم الاسلام کالج کی پہلی کانوکیشن 2/اپریل 1950ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی زیرِ صدارت تعلیم الاسلام کالج لاہور کے ہال میں منعقد ہوئی جس میں حضورؓ نے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کو درجِ ذیل زرّیں نصائح ارشاد فرمائیں۔ یہ نصائح ہر طالبعلم کے لئے مشعل راہ ہیں۔

✡...... ”یہ نہ سمجھو کہ اب تعلیم مکمل ہو گئی ہے، بلکہ اپنے علم کو باقاعدہ مطالعہ سے بڑھاتے رہو۔ خدا تعالیٰ کے قانون کے مطابق سکون حاصل کرنے کی بالکل کوشش نہ کرو، بلکہ ایک نہ ختم ہونے والی جدوجہد کے لئے تیار ہو جاؤ اور قرآنی منشا کے مطابق اپنا قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرتے رہو۔

✡...... ”اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہو کہ وہ آپ کو صحیح کام کرنے، اور صحیح وقت پر کام کرنے اور صحیح ذرائع کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اس کام کے صحیح اور اعلیٰ سے اعلیٰ نتائج پیدا کرے“۔

✡...... ”یاد رکھو کہ تم پر صرف تمہارے نفس ہی کی ذمہ داری نہیں۔ تم پر اس ادارے کی بھی ذمہ داری ہے جس نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ اور اُس خاندان کی بھی ذمہ داری ہے جس نے تمہاری تعلیم پر خرچ کیا۔ خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ۔ اور اس ملک کی بھی ذمہ داری ہے کہ جس نے تمہاری تعلیم کا انتظام کیا۔ اور پھر تمہارے مذہب کی بھی ذمہ داری ہے“۔

✡...... ”تمہارے تعلیمی ادارے کی جو تم پر ذمہ داری ہے وہ چاہتی ہے کہ تم اپنے علم کو زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھے طور پر استعمال کرو۔ یونیورسٹی کی تعلیم مقصود نہیں ہے۔ وہ منزلِ مقصود کو طے کرنے کے لئے پہلا قدم ہے۔ یونیورسٹی تم کو جو ڈگریاں دیتی ہے وہ اپنی ذات میں کوئی قیمت نہیں رکھتیں بلکہ ان ڈگریوں کو تم اپنے آئندہ عمل سے قیمت بخشتے ہو“۔

✡...... ”ڈگری صرف تعلیم کا ایک تخمینی وزن ہے۔ ایک تخمینی وزن ٹھیک بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی ہوسکتا ہے۔ محض کسی یونیورسٹی کے فرض کر لینے سے کہ تم کو علم کا ایک تخمینی وزن حاصل ہو گیا ہے تم کو علم کا وہ فرضی درجہ نصیب نہیں ہو سکتا جس کے اظہار کی یونیورسٹی ڈگری کے ساتھ کوشش ہوتی ہے۔ اگر ایک یونیورسٹی سے نکلنے والے طالب علم اپنی آئندہ زندگی میں یہ ثابت کریں کہ جو تخمینی وزن ان کے علم کا یونیورسٹی نے لگایا تھا ان کے پاس اس سے بھی زیادہ وزن کا علم موجود ہےتو دنیا میں اس یونیورسٹی کی عزت اور قدر قائم ہو جائے گی۔ لیکن اگر ڈگریاں حاصل کرنے والے طالب علم اپنی بعد کی زندگی میں یہ ثابت کر دیں کہ تعلیم کا جو تخمینی وزن ان کے دماغوں میں فرض کیا گیا تھا ان میں اس سے بہت کم درجے کی تعلیم پائی جاتی ہے تو یقیناً لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ یونیورسٹی نے علم کی پیمائش کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے“۔

✡...... ”تمہیں یاد رکھنا چاہئے کہ یونیورسٹیاں اتنا طالب علم کو نہیں بناتیں جتنا کہ طالبعلم یونیورسٹیوں کو بناتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لو کہ ڈگری سے طالب علم کی عزت نہیں ہوتی ہے۔ پس تمہیں اپنے پیمانۂ علم کو درست رکھنے بلکہ اس کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اپنے کالج کے زمانہ کی تعلیم کو اپنی عمر کا پھل نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اپنے علم کی کھیتی کا بیج تصور کرنا چاہئے اور تمام ذرائع سے کام لے کر اس بیج کو زیادہ سے زیادہ بارآور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے تاکہ اس کوشش کے نتیجے میں اُن ڈگریوں کی عزت بڑھے جو تم آج حاصل کر رہے ہو...... اور تمہاری قوم تم پر فخر کرنے کے قابل ہو۔

✡...... ”تم ایک نئے ملک کے شہری ہو۔ دُنیا کی بڑی مملکتوں میں سے بظاہر ایک چھوٹی سی مملکت کے شہری ہو۔ تمہارا ملک مالدار ملک نہیں ہے، ایک غریب ملک ہے۔ دیر تک ایک غیر حکومت کی حفاظت میں امن اور سکون سے رہنے کے عادی ہو چکے ہو۔ سو تمہیں اخلاق اور کردار بدلنے ہوں گے۔ تمہیں اپنے ملک کی عزت اور ساکھ دنیا میں قائم کرنی ہوگی“۔

✡...... ”تمہیں اپنے ملک کو دُنیا میں روشناس کرانا ہوگا، ملکوں کی عزت کو قائم رکھنا بھی ایک بڑا دشوار کام ہے۔ لیکن ان کی عزت کو بنانا اس سے بھی دشوار کام ہے اور یہی دشوار کام تمہارے ذمے ڈالا گیا ہے۔

✡...... تم ایک نئے ملک کی نئی پود ہو۔ تمہاری ذمہ داریاں پُرانے ملکوں کی نئی نسلوں سے بہت زیادہ ہیں۔ انہیں ایک بنی ہوئی چیز ملتی ہے۔ انہیں آباء و اجداد کی سنتیں یا روایتیں وراثت میں ملتی ہیں۔ مگر تمہارا یہ حال نہیں ہے۔ تم نے ملک بھی بنانا ہے اور تم نے نئی روایتیں بھی قائم کرنی ہیں۔ ایسی روائتیں جن پر عزّت اور کامیابی کے ساتھ آنے والی بہت سی نسلیں کام کرتی چلی جائیں اور ان روایتوں کی راہنمائی میں اپنے مستقبل کو شاندار بناتی چلی جائیں“۔

✡...... ”دوسرے ملکوں کے لوگ ایک اولاد ہیں مگر تم اس کے مقابلے پر ایک باپ کی حیثّیت رکھتے ہو، وہ اپنے کاموں میں اپنے باپ دادوں کو دیکھتے ہیں۔ تم نے اپنے کاموں میں آئندہ نسلوں کو مدّ نظر رکھنا ہے“۔

✡...... ”بے شک یہ کام مشکل ہے لیکن اتنا شاندار بھی ہے۔ اگر تم اپنے نفسوں کو قربان کر کے پاکستان کی عمارت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دو گے تو تمہارا نام اس محبت اور عزت سے لیا جائے گا جس کی مثال آئندہ آنے والوں میں نہیں پائی جائے گی“۔

✡...... ”پس میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنی نئی منزل پر عزم، استقلال اور علّو حوصلہ سے قدم مارو۔ قدم مارتے چلے جاؤ اور اس بات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے جاؤ کہ عالی ہمت نوجوانوں کی منزلِ اوّل بھی ہوتی ہے اور منزلِ دوم بھی ہوتی ہے، منزلِ سوم بھی ہوتی ہے لیکن آخری منزل کوئی نہیں ہوا کرتی۔...... اُن کی منزل کا پہلا دور اسی وقت ختم ہوتا ہے جبکہ وہ کامیاب اور کامران ہو کر اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور اپنی خدمت کی داد اُس سے حاصل کرتے ہیں، جو ایک ہی ہستی ہے جو کسی کی خدمت کی صحیح داد دے سکتی ہے“۔

✡...... ”پس اے خدائے واحد کے منتخب کردہ نوجوانو! اسلام کے بہادر سپاہیو! ملک کی اُمید کے مرکزو! قوم کے سپوتو! آگے بڑھو کہ تمہارا خدا، تمہارا دین، تمہارا ملک اور تمہاری قوم محبت اور امید کے مخلوط جذبات سے تمہارے مستقبل کو دیکھ رہے ہیں“۔

(روزنامہ الفضل 5/ اپریل 1950ء)

✿✿✿✿✿✿

بقیہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی
اتباع سنّتِ نبویؐ از صفحہ نمبر 4

فقیروں اور بدعت شعار لوگوں سے بیزار رہا جو انواع اقسام کے بدعات میں مبتلا ہیں، ہاں حضرت والد صاحب کے زمانہ میں ہی جبکہ ان کا زمانہ وفات بہت نزدیک تھا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت مجھ کو خواب میں دکھائی دیا اور اُس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سُنّت خاندان نبوّت ہے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ مَیں اس سُنّت اہل بیتِ رسالت کو بجا لاؤں۔ سو مَیں نے کچھ مدت تک التزام صوم کو مناسب سمجھا...... اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ تھی.... اور اس قسم کے روزہ کے عجائبات میں سے جو میرے تجربہ میں آئے وہ لطیف مکاشفات ہیں جو اُس زمانہ میں میرے پر کُھلے ......“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 196-198 حاشیہ)

حضور علیہ السلام اُمّت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہم گواہی دیتے ہیں اور اپنے تجربہ کی بنا پر گواہی دیتے ہیں کہ جب تک انسان اپنے اندر خدا تعالیٰ کی مرضی اور سنّتِ نبویؐ کے موافق تبدیلی نہیں کرتا اور پاکیزگی کی راہ اختیار نہیں کرتا تو خواہ اس کے قلب سے ہی آواز آتی ہو وہ زہر جو انسان کی روحانیت کو ہلاک کر دیتی ہے دور نہیں ہوسکتی، روحانیت کی نشوونما اور زندگی کے لیے صرف ایک ہی ذریعہ خدا تعالیٰ نے رکھا ہے اور وہ اِتباعِ رسولؐ ہے..... قرآن شریف اگر کچھ بتاتا ہے تو یہ کہ خدا سے یوں محبت کرو کہ اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ کے مصداق بنو اور فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہ (آل عمران: 32) پر عمل کرو۔

پس میری نصیحت یہی ہے کہ ان خیالات سے بالکل الگ رہو اور وہ طریق اختیار کرو جو خدا تعالیٰ کے رسول ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے.... اس لئے تقویٰ اختیار کرو، سنت نبویؐ کی عزت کرو اور اس پر قائم ہو کر دکھاؤ جو قرآن شریف کی تعلیم کا اصل فخر یہی ہے۔“

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 558,559)

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

”ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوان مرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی ....سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی امی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا اور ایسی قبولیت اُس کو ملے گی کہ کوئی بات اُس کے آگے انہونی نہیں رہے گی، زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اس کے پَیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اُس کے ساتھ ہوں گی۔ وَالسَّلام عَلیٰ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدیٰ“

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82,83)

✡✡✡✡✡✡

وقف جدید کے نئے سال کا اعلان

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 4/جنوری 2008ء کے خطبہ جمعہ میں وقف جدید کے نئے سال کا اعلان فرمادیا ہے۔

تمام امراء کرام، مبلغین انچارج، صدران جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ

(1) نئے سال کے وعدہ جات کے حصول کا کام شروع کر دیں اور اس کی اسم وار فہرست ساتھ کے ساتھ مرکز کو بھجواتے رہیں۔ کوشش کریں کہ وعدہ جات کے حصول کا کام 31/مارچ تک مکمل ہو جائے۔

(2) کوشش کریں کہ کوئی بھی فرد جماعت اس بابرکت تحریک میں شامل ہونے سے محروم نہ رہے۔

(3) نومبائعین کو بطور خاص اس مقدس تحریک میں شامل کیا جائے۔

جَزاکم اللّٰہ احسنَ الجَزاء۔

(ایڈیشنل وکیل المال۔لندن)

گاڑی کے دو پہیّے؟

(مقصود احمد علوی۔ جرمنی)

ضرب الامثال یا بعض نعرے ایک مخصوص صورتِ حال کے ردِّعمل کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آتے ہیں اور پھر معاشرے میں عام استعمال ہونے لگتے ہیں۔ بعض تو پورے ماحول پر اس حد تک اثر انداز ہوجاتے ہیں کہ تمدّنی زندگی کا اصل الاصول قرار پاتے ہیں۔ مثال کے طور پر چند دہائیاں قبل یورپ میں مرد اور عورت کے حوالے سے ’’مساوی حقوق‘‘ کے نام سے ایک نعرہ لگایا گیا تھا۔ اب یہ نعرہ یہاں کی زندگی کا ایک جزو لاینفک اور ملکی آئین کا حصہ ہے۔ اسی طرح ایک جملہ مشرق کے ایک مخصوص طبقے میں بھی استعمال ہوتا ہے یعنی ’’مرد اور عورت گاڑی کے دو پہیّے ہیں‘‘۔

اس نعرے اور ضرب المثل کے معرضِ وجود میں آنے کی آخر وجہ کیا ہے؟ کیوں عورتوں کے دلوں میں مردوں کی برابری اور اُن جیسا بننے کا ابال اُٹھتا ہے؟ وہ یہ آواز کیوں اٹھاتی ہیں کہ اُنہیں بھی مردوں جیسے حقوق ملنے چاہئیں؟ آخر کیوں دنیا بھر میں حقوقِ نسواں کی بحالی اور حفاظت کی تو تنظیمیں قائم ہیں لیکن ’’حقوقِ مرداں‘‘ کے لئے کوئی ایک بھی تنظیم موجود نہیں؟ قطع نظر اس کے کہ ان نعروں میں افراط وتفریط کی وجہ سے معاشرتی اور خصوصاً گھریلو زندگی میں بگاڑ پیدا ہوا ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ عورتوں کے اس ردِّعمل کی کافی وجوہات دنیا کے ہر معاشرے میں بہرحال موجود ہیں۔ عورت اور مرد کے حقوق کے حوالے سے اگر جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ بالعموم مرد ہی اپنی جسمانی طاقت کی برتری کی وجہ سے عورتوں کے حقوق غصب کرتے اور اُن پر ظلم وزیادتی اور تشدّد کرتے ہیں۔ یہ صورتِ حال دُنیا میں ہر جگہ پائی جاتی ہے، کہیں کم اور کہیں زیادہ۔

اس ظلم وزیادتی کے نتیجے میں عورتیں جب محسوس کرتی ہیں کہ مرد زیادہ طاقتور ہے اور زندگی کے ہر شعبے کا زیادہ تر کنٹرول اُسی کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس پوزیشن میں ہے کہ من مانی کر سکے تو اُن کے اندر احساسِ محرومی جنم لیتا ہے اور پھر یہی احساس اُن میں مرد کی سی حیثیت کے حصول کا جذبہ بیدار کرنے کا باعث بنتا ہے۔ جتنا زیادہ ظلم ہو اُتنی ہی شدّت سے اس کا ردِّعمل ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ یہ ردِّعمل تمام حدود پھلانگ کر ایک جنون کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور پھر توازن ایسا بگڑتا ہے کہ پورے معاشرے کی شکل بگاڑ کر رکھ دیتا ہے۔ اگر تو یورپ کی عورتیں حدود کے اندر رہ کر اور قوانینِ فطرت کی روشنی میں ظلم وتشدّد اور اپنے غصب شدہ بنیادی انسانی حقوق کا مطالبہ کرتیں تو اس کے نتیجے میں لازماً ایک پُرامن معاشرتی زندگی کے قیام میں مدد ملتی۔ لیکن انہوں نے قانونِ فطرت سے ٹکر لے لی، خدا کی مقرر کردہ حدود کو پھلانگا اور ہر پہلو اور ہر جہت سے مرد کی برابری کا غیر فطری فارمولہ ایجاد کر ڈالا اور مرد کے مقابل آ کھڑی ہوئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف اس معاشرے کا گھریلو امن وسکون تباہ وبرباد ہو چکا ہے بلکہ جنسی بے راہ روی کا گویا یہاں ایک دریا بہ نکلا ہے۔ اب تو یہ اقوام ایسے مقام پر پہنچ چکی ہیں کہ جہاں سے واپسی کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

تاریخ کا یہ ایک نہایت سیاہ باب ہے کہ ماضی قریب تک یورپ نے عورتوں پر ظلم کی انتہا کر رکھی تھی۔ وہ بہت سے بنیادی انسانی حقوق تک سے محروم تھیں۔ بعض عورتوں کو چڑیلیں قرار دے کر اُنہیں بڑے ہی سفّاکانہ اور ظالمانہ طریق سے موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کا ردِّعمل بھی یہاں پھر اُتنی ہی شدت سے ظاہر ہوا۔ اسلامی ضابطۂ حیات میں تو عورت کو تمام بنیادی انسانی حقوق پہلے سے ہی حاصل ہیں۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور قطع نظر اسکے کہ اکثریت کا قبلہ درست نہیں رہا لیکن پھر بھی مسلمانوں میں اپنے مذہب کے لئے غیرت بھی موجود ہے اور اسلامی شعار اور تعلیمات بھی عیسائی مذہب کی طرح متروک نہیں ہوئیں۔ اس حقیقت کے باوجود یہ نعرہ کہ ’’عورت اور مرد گاڑی کے دو پہیّے ہیں‘‘ خصوصاً یورپ کی صورتِ حال کے تناظر میں ہمارے لئے ضرور لمحۂ فکریہ ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ قبل اس کے کہ مسلمان عورتوں کا کسی انتہائی صورتِ حال کی طرف رجحان بڑھے ایک تو ہم اس امر کا جائزہ لیں کہ عورت کے وہ حقوق جو خدا اور اس کے رسول ﷺ نے مقرر کئے ہوئے ہیں کیا ایسا تو نہیں کہ اُن کی ادائیگی میں کوئی کوتاہی ہو رہی ہے اور دوسرے عورتوں کو بھی باور کرانے کی کوشش کریں کہ خالقِ حقیقی نے عورت اور مرد کو اپنی خاص حکمت کے تحت ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے اور متعدد مختلف صلاحیّتوں سے نوازا ہے۔ اسی قدرتی فرق میں زندگی کی بقا، اِس کے حسن، سرور، جذب، ایک دوسرے کے لئے کشش اور پیار ومحبت کا راز پنہاں ہے۔ عورت کا مرد جیسا یا مرد کا عورت جیسا بننے سے تو پورے کا پورا نظام ہی بگڑ جاتا ہے۔ ہر ایک کا اپنا اپنا مقام ہے۔ زندگی میں اپنا اپنا کردار ہے۔ اپنا اپنا تشخص، حیثیت اور اہمیّت ہے۔ اس لئے ایک مسلمان عورت کو نہ تو کسی احساسِ کمتری کا شکار ہونے کی ضرورت ہے اور نہ ہی اُسے کسی کی دیکھا دیکھی وہ کچھ بننے کی کوشش کرنی چاہئے جو قدرت نے اُسے بنایا ہی نہیں۔

جہاں تک یورپ کے ’’مساوی حقوق‘‘ کے نعرے کا تعلق ہے تو اس بارے میں یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اس سے مراد بنیادی انسانی حقوق ہیں تو اس سے کسی کو انکار نہیں کہ یہ دونوں کے ایک جیسے ہیں اور ایک جیسے ہی ہونے چاہئیں۔ لیکن صلاحیّتوں اور تقسیمِ کار کے قدرتی تقاضوں کے اعتبار سے نہ تو ان کے فرائض ایک جیسے ہیں اور نہ ہی حقوق۔ یہ یورپ والے کہنے کو جو چاہیں کہیں لیکن دنیا میں کسی انسان کے بس میں ہی نہیں کہ عورت اور مرد میں وہ فرق جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اُنہیں ختم کر سکے اور نہ دنیا کے کسی معاشرے میں ایسا ہونا ممکن ہے کہ ہر پہلو سے عورت اور مرد کی تمام کی تمام ذمہ داریاں اور حقوق ایک جیسے ہوں۔ بعینہٖ یہ تو درست ہے کہ عائلی زندگی میں عورت اور مرد دونوں کا کردار اپنی اپنی جگہ اہم ہے لیکن یہ ہرگز درست نہیں کہ دونوں کا ایک ہی جیسا کردار ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ یہ دونوں گاڑی کے دو پہیّوں کی طرح ہیں درست نہیں ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ایک تو گاڑی کے دو نہیں بلکہ عام طور پر چار اور بعض صورتوں میں چار سے بھی زیادہ پہیّے ہوتے ہیں۔ البتّہ سائیکل، موٹر سائیکل یا ٹانگے اور گڈّے وغیرہ کے ضرور دو پہیّے ہوتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گاڑی کے دونوں اطراف کے پہیّے ہو بہو ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اُن کا سائز، اُن کا میٹیریئل، اُن کی ساخت بلکہ اُن میں ہوا کا دباؤ بھی بالکل ایک جیسا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح دونوں اطراف کے پہیّوں کا فنکشن بھی بالکل ایک ہی ہوتا ہے یعنی وہ بعینہٖ ایک جیسا کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں کسی پہلو سے معمولی سا بھی فرق ہو تو گاڑی درست نہیں چل سکتی۔

پہیّوں والی مثال تو عورت اور مرد پر کسی صورت میں صادق نہیں آسکتی۔ عورت کو اللہ تعالیٰ نے نرم و نازک اعضائے جسمانی عطا فرمائے ہیں جبکہ مرد کو سخت اور مضبوط۔ قد کاٹھ کے لحاظ سے بھی مرد بالعموم عورتوں سے دراز قد ہوتے ہیں۔ جو اعضاء بچے کی پیدائش اور پرورش کے حوالے سے عورت کو عطا کئے گئے ہیں مرد اُن سے محروم ہے۔ وہ چاہے کچھ بھی کر لے ماں نہیں بن سکتا۔ ظاہری لحاظ سے داڑھی مونچھ، بال، لباس اور اس کے دیگر لوازمات ہینڈ بیگ وغیرہ، جوتے، چال ڈھال، آواز، میک اپ اور بناؤ سنگار، بعض مخصوص بیماریاں، دوائیاں اور ان کے اثرات وغیرہ سینکڑوں ایسی چیزیں ہیں جن میں مرد اور عورت میں واضح فرق پائے جاتے ہیں۔ ان دونوں کے عام استعمال کی بعض دیگر اشیاء میں بھی فرق ہے مثلاً سائیکلیں۔

اسی طرح بہت سے باطنی فرق بھی ماہرین نے گنوائے ہوئے ہیں۔ غم اور تکلیف کے مواقع پر عورتیں بہت جلد جذباتی ہو کر رونا شروع کر دیتی ہیں۔ عورتیں نسبتاً زیادہ سلیقہ شعار ہوتی ہیں۔ اسی طرح عورتیں نفاست اور صفائی کا بھی زیادہ خیال رکھتی ہیں۔ بہت کم ہی کسی نے کبھی کسی عورت کو بے احتیاطی سے ڈکار مارتے، جمائی لیتے یا دیگر ناپسندیدہ آوازیں نکالتے دیکھا ہوگا۔ اسی طرح ناک میں انگلی مارتے، ’’پچا کے مار مار کے کھانا کھاتے یا شڑ شڑ کر کے چائے پیتے بھی ہم نے کبھی کسی عورت کو نہیں دیکھا۔ کئی کئی دنوں کی گندی اور بدبودار جرابیں بھی لڑکیاں نہیں پہنتیں۔ لڑکیاں اپنی اشیاء لڑکوں کی نسبت زیادہ سنبھال کر رکھتی ہیں اور اپنی چیزیں گم بھی بہت کم کرتی ہیں۔ لڑکیوں کے کمرے میں تمام اشیاء عام طور پر سلیقے اور ترتیب سے رکھی ہوئی اور صاف ستھری ملیں گی۔ ہم نے جب تعلیم القرآن کے حوالے سے جائزہ لیا تو یہ نتیجہ سامنے آیا کہ قوّامون کی نسبت ایسی عورتوں کی تعداد کئی گنا زیادہ ہے جو درست تلفّظ سے تلاوت کرسکتی ہیں۔ چھوٹے بچوں کی پرورش کے لئے عورتیں زیادہ موزوں ہوتی ہیں۔ عورتیں قوانین کی بھی زیادہ پابندی کرتی ہیں جبکہ مرد غفلت برتتے ہیں اور قانون شکنی کے زیادہ مرتکب ہوتے ہیں۔ قتل و غارت اور خون خرابہ کے زیادہ تر مرد ہی مرتکب ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

غرضیکہ عورت اور مرد کی ظاہری اور باطنی طاقتوں، صلاحیّتوں، انداز فکر اور طرزِ عمل میں بیسیوں قدرتی فرق ہیں جن کی وجہ سے دنیا کے کسی معاشرے میں بھی انہیں ہر جگہ اور ہر صورتِ حال میں ایک جیسی ذمہ داریاں دی ہی نہیں جاسکتیں۔ اس صورتِ حال کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ یوں بیان فرماتے ہیں:

۞ ......’’عورت کے فرائض اور حقوق بنیادی طور پر وہی ہیں جو مرد کے ہیں لیکن چونکہ عورت کی فطری بناوٹ مرد سے مختلف ہے اس کے قویٰ مختلف ہیں، اس کی Physics مختلف ہے، اس کی Chemistry مختلف ہے، اس کی Biology مختلف ہے، اس کی نفسیات مختلف ہے۔ ان فطری اختلافات کے پیشِ نظر مرد اور عورت کے فرائض و حقوق میں بنیادی طور پر ایک جیسے ہوتے ہوئے بھی تفصیلات مختلف ہیں۔ قبل اس کے کہ مَیں ان تفصیلات میں جاؤں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے فطری اختلافات کی کچھ وضاحت کر دی جائے۔

جیسا کہ مَیں نے عرض کیا ہے کہ عورت کی فطری بناوٹ ہی مرد سے مختلف ہے۔ مرد قد، وزن، جسمانی قوت اور کئی ایک پہلوؤں سے عورت سے مختلف ہے۔ اس کی ساخت سخت اور محنت طلب کاموں کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ گو یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے لیکن مرد اور عورت کی برابری کی بحثوں کو سلجھانے کے لئے اس کی کسی قدر تفصیل بیان کرنا ضروری ہے۔

یہ امر کہ مرد کے جسم میں رحم اور اس سے متعلقہ اجزاء نہیں ہوتے غیر متنازعہ امر ہے۔ اسی طرح پر مرد کا جسم بچے کی خوراک بنانے کی صلاحیت سے عاری ہے۔ بچے کی پرورش جس حوصلے، صبر، استقلال، قربانی اور جذباتی لگاؤ کی متقاضی ہوتی ہے مرد بالعموم بچے کی ان ضروریات کی تکمیل کے لئے غیر موزوں ہوتا ہے جبکہ عورت فطری طور پر ان فرائض کی ادائیگی کے لئے بنائی گئی ہے۔ ان حقائق سے انکار ممکن نہیں۔

متنازع امور یہ ہیں کہ مغرب میں بالخصوص اور مشرق میں بالعموم یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورت ہر وہ کام کر سکتی ہے جو مرد کر سکتا ہے۔ یہ بات اس حد تک تو درست ہے کہ عورت مزدوری بھی کرسکتی ہے۔ فوج میں بھرتی ہو کر لڑ بھی سکتی ہے۔ پولیس کے فرائض بھی انجام دے سکتی ہے۔ کرکٹ، فٹ بال اور بیس بال وغیرہ بھی کھیل سکتی ہے۔ تیراکی بھی کرسکتی ہے اور تمام وہ کام کرسکتی ہے جو عام طور پر مردوں کے کام سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن وہ ان کاموں میں مرد کے معیارِ کارکردگی تک نہیں پہنچ سکتی۔ مزدوری تو وہ کرسکتی ہے

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ	اقصیٰ روڈ
6214750	6212515
6214760	6215455

پروپرائٹر۔ میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

لیکن مزدوری میں مرد کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ عورتوں کی پولیس فورس مردوں کی پولیس فورس کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتی۔

اسی طرح مرد بعض امور میں عورتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بچوں کی تعلیم و تربیّت، نرسنگ اور بچوں کی نگہداشت وغیرہ امور میں عورت، مرد سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔

گویا کہ مرد اور عورت کے دائرہ ہائے کار فطری طور پر الگ الگ ہیں۔ مرد اور عورت صرف اس لحاظ سے مساوی ہیں کہ دونوں انسان ہیں۔ دونوں کے بنیادی انسانی حقوق مساوی ہیں۔ لیکن ان کی فطری استعدادیں مختلف اطراف میں جھکی ہوئی ہیں۔ مرد اور عورت کے انہی فطری اختلافات کی وجہ سے اسلام نے ان کی تقسیمِ کار (Division of work) اس طرح پر کی ہے کہ وہ انسانیت کے بہترین مفاد میں ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل 28اپریل تا 4مئی 1995ء)

......اسی طرح آپ نے فرمایا:

''جو لوگ زندگی کے ہر شعبہ میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات کی بات کرتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جہاں مرد اور عورت خلقی طور پر مختلف ہیں وہاں ان میں مساوات کا سوال ہی بے معنی ہے۔ مثلاً بچے پیدا کرنے کا کام صرف عورت ہی کرسکتی ہے۔ نو ماہ سے زائد عرصہ تک نسلِ انسانی کے بیج کو صرف عورت ہی اپنے پیٹ میں رکھ کر اس کی پرورش کرسکتی ہے۔ عورت ہی ہے جو شیر خوارگی اور بچپن کے ابتدائی دور میں اپنے بچوں کی دیکھ بھال کا فریضہ سرانجام دے سکتی ہے جبکہ کوئی مَرد یہ کام نہیں کرسکتا۔ یہ عورتیں ہی ہیں جو انتہائی قریبی خونی رشتہ ہونے کی وجہ سے اپنے بچوں کے ساتھ مَردوں کی نسبت کہیں زیادہ گہرا اور مضبوط نفسیاتی تعلق استوار کرتی ہیں۔

اگر کوئی معاشرتی اور اقتصادی نظام عورت اور مرد کے درمیان اس خلقی فرق کو مدنظر نہیں رکھتا اور اس فرق کے باعث معاشرہ میں عورت اور مرد کے اپنے اپنے مخصوص کردار کو نظرانداز کرتا ہے تو ایسا نظام ایک صحتمند سماجی اور اقتصادی توازن کے پیدا کرنے میں لازماً کام ہو جائے گا۔ عورت اور مرد کی جسمانی ساخت میں فرق ہی وہ بنیاد ہے جس کے نتیجہ میں اسلام نے دونوں کے لئے ان کے مناسبِ حال الگ الگ دائرہ کار مقرر کئے ہیں۔ اسلام کے معاشرتی نظام کے مطابق عورت کو خاندان کے لئے روزی کمانے کی ذمہ داری سے جہاں تک ممکن ہے آزاد رکھا جانا چاہئے۔ اصولی طور پر یہ ذمہ داری مردوں پر عائد ہوتی ہے لیکن اگر عورتوں کو اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد فراغت ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ انہیں اقتصادی ترقی کے عمل میں حصہ لینے سے روکا جائے۔ شرط صرف یہی ہے کہ ان کے اصل فرائض نظرانداز نہ ہوں۔ اسلام کی یہی تعلیم ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ عورتیں بالعموم جسمانی ساخت کے لحاظ سے مردوں کی نسبت کمزور ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حیرت انگیز طور پر عورتوں کو بعض لحاظ سے بہت مضبوط قویٰ بھی عطا فرمائے ہیں۔ اس کی وجہ بنیادی طور پر یہ ہے کہ ان کے خلیوں میں نصف کروموسوم زائد ہوتا ہے۔ یہی وہ نصف کروموسوم ہے جو کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان پائے جانے والے فرق کا ذمہ دار ہے۔ اور یہ انہیں اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ اس عظیم ذمہ داری کو اٹھا سکیں جو حمل، زچگی اور ایام رضاعت میں انہیں ادا کرنی ہوتی ہے۔ اس صلاحیّت کے باوجود عورت بظاہر جسمانی لحاظ سے مضبوط اور سخت جان نہیں ہوتی۔ پس مساوات کے نام پر یا کسی اور بہانہ سے عورتوں پر معیشت کے وہ کام مسلط نہیں کرنے چاہئیں جن میں مردانہ جفاکشی اور مشقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ عورت کی نزاکت اس امر کی بھی متقاضی ہے کہ اس کے ساتھ زیادہ نرمی اور رأفت کا سلوک روا رکھا جائے۔ روزمرہ کی زندگی میں عورتوں کو ہرگز مجبور نہیں کرنا چاہئے کہ وہ مردوں کے برابر بوجھ اٹھائیں بلکہ ان کا بوجھ مردوں کی نسبت ہلکا ہونا چاہئے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر خانہ داری کی مخصوص ذمہ داری عورت یا مرد میں سے کسی ایک کے سپرد کرنے کا سوال ہو تو یقیناً عورت مرد کے مقابلہ میں اس کی کہیں زیادہ اہل ہے۔ مزید برآں فطری طور پر بھی عورت پر بچوں کی نگہداشت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ یہ ایسی ذمہ داریاں ہیں جن میں مرد محض جزوی طور پر ہی عورت کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے۔

عورتوں کو یہ حق ملنا چاہئے کہ وہ مردوں کے مقابلہ میں اپنا زیادہ وقت گھروں میں گزار سکیں۔ لیکن جب انہیں روزی کمانے کی ذمہ داری سے آزاد رکھا جاتا ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ لازماً اپنے فارغ وقت کو اپنی اور معاشرہ کی فلاح بہبود کے لئے خرچ کریں۔ عورتوں کے متعلق اسلام کی تعلیم یہی ہے۔ اسی وجہ سے یہ تصور پیدا ہوتا ہے کہ عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ عورتیں ہمیشہ باورچی خانہ یا گھر کی چاردیواری کے اندر قید رہیں۔ اسلام کسی بھی طرح عورتوں کو اس حق سے محروم نہیں کرتا کہ وہ اپنے فارغ اوقات میں کسی کام کی انجام دہی کے لئے گھروں سے باہر جائیں یا وہ اپنی پسند کے کسی صحت مند شغل میں حصہ لیں مگر شرط صرف یہ ہے کہ عورتوں کی ان سرگرمیوں کی وجہ سے ان کے اصل فرائض کی ادائیگی یعنی آئندہ نسل کی نگہداشت متأثر نہ ہو اور ان کی یہ زائد مصروفیات مستقبل کی نسلوں کے مفاد کے تحفظ اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں حارج نہ ہو۔ چنانچہ دیگر وجوہات کے علاوہ اس وجہ سے بھی اسلام عورتوں کی حد سے زیادہ سماجی سرگرمیوں میں شمولیّت اور مردوں کے ساتھ آزادانہ میل جول کی سختی کے ساتھ حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ عورت کی سرگرمیوں کا اصل مرکز اس کا گھر ہونا چاہئے۔ دورِ جدید کی بہت سے برائیوں کا یہ ایک بہت دانشمندانہ اور عملی حل ہے۔ اگر گھر عورت کی دلچسپی کا مرکز نہ رہے تو بچے نظرانداز ہو جاتے ہیں اور گھریلو زندگی تباہ و برباد ہو جاتی ہے۔'' (اسلام اور عصرِ حاضر کے مسائل کا حل صفحہ 119-120)

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں:

......''نیز تجھے خبر نہیں کہ عورت اور مرد میں جنابِ الٰہی نے قدرت میں مساوات رکھی ہی نہیں۔ بچہ جننے میں جو تکالیف عورتوں کو ہوتی ہیں اُن میں مردوں کا کتنا حصہ ہے۔ کیا مساوات ہے؟ کیا قویٰ میں مساوات ہے؟ ہرگز نہیں۔ مَیں ہمیشہ حیران کہ مرد و عورت میں مساوات کا خیال کس احمق نے نکالا؟''

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 295)

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا:

......''رات دن کا کام نہیں دیتی۔ دن رات کا کام نہیں دیتا۔ مرد جن کاموں کے لئے پیدا کئے گئے عورتوں سے وہ کام نہیں ہوتے۔ عورتیں مَردوں کا کام نہیں دے سکتیں۔ ہر ایک کے مختلف کام اپنے حسبِ حال مختلف نتیجے پیدا کرتے ہیں۔''

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 397)

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو کھیتی قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا: نِسَآءُ کُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ (البقرۃ: 224) ترجمہ: ''تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں'' اس پہلو سے مرد زمیندار قرار پاتے ہیں۔ فصل کے حصول کے لئے کھیتی اور زمیندار دونوں کا اپنا اپنا رول ہے جو ہرگز ایک جیسا نہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ

(النساء آیت 35)

ترجمہ: ''مرد عورتوں پر نگران ہیں اُس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔'' یہاں بعض مخصوص صلاحیتوں اور ذمہ داریوں کی وجہ سے مرد کو نگران کا درجہ دیا گیا ہے۔ ایک نگران ہے اور دوسرا وہ جس کی نگرانی کی ذمہ داری اُسے سپرد کی گئی ہے۔ اب ظاہر ہے اس پہلو سے بھی ان کا رول الگ الگ قرار پاتا ہے۔ مرد کو بیوی بچوں کی کفالت کی ذمہ داری سپرد کی گئی ہے۔ اس پہلو سے بھی دونوں کا الگ الگ رول ہے۔ گھریلو زندگی میں نگرانی، حفاظتی نقطہ نگاہ، کفالت، مخصوص تعلقات وغیرہ میں مرد کا کردار فاعلی ہوتا ہے۔ مرد سے قوتِ افاضہ کا ظہور ہوتا ہے جبکہ عورت میں قوتِ استفاضہ پائی جاتی ہے۔ حدیث شریف میں عورت کو قواریر یعنی آبگینے کہا گیا ہے اور مرد کو اُس کا بطورِ خاص خیال رکھنے کا ارشاد ہوتا ہے۔ دنیا بھر میں آفات اور حادثات کے مواقع پر بچوں اور عورتوں کی حفاظت کا پہلے انتظام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح Ladies first بھی کہا جاتا ہے اور اس پر مردوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا کہ Gents first کیوں نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو اپنی خاص حکمتوں سے ایک دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔ اُنہیں مختلف صلاحیتوں اور طاقتوں سے نوازا ہے اور اُن کی ذمہ داریاں بھی الگ الگ ٹھہرائی ہیں۔ سفرِ زندگی میں دونوں کا ہی رول اہم اور ضروری ہے لیکن ایک جیسا نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیا کسی نے کبھی کوئی ایسی گاڑی بھی دیکھی ہے جس کے ایک طرف کے پہیّے تو ربڑ کے ہوں اور دوسری طرف کے لکڑی کے یا ایک طرف کے تو لوہے کے ہوں اور دوسری طرف کے شیشے کے؟ ایسا بھی ممکن نہیں کہ ایک طرف کے پہیّے تو سکوٹر کے ہوں اور دوسری طرف کے ٹانگے کے۔

پس اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں حجت نکالنی درست نہیں۔ اُس نے جسے جیسا اور جس کام کے لئے بنایا ہے وہ ویسا ہی ''سوہنا'' لگتا ہے۔ مرد کی مردانہ صلاحیّتیں اُس کی خوبصورتی ہے اور عورت اپنی نسوانیّت کے ساتھ پیاری اور خوبصورت لگتی ہے۔ اس لئے اُنہیں ویسا ہی رہنا چاہئے جیسا اُنہیں بنایا گیا ہے اور اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہئے کیونکہ اسی میں خیر اور بھلائی ہے۔ گاڑی کے دو پہیّوں کی مثال دینے والوں کے ذہن میں لازماً دونوں میں غیر فطری مساوات کا رجحان پایا جاتا ہے جو درست نہیں ہے۔ نر اور مادہ اور دیگر تقسیمِ کار کے اصول کا یہ لازمی تقاضا تھا کہ ان میں اختلاف ہو۔ اگر ضرور ان کی گاڑی سے ہی مثال دینی ہے تو مرد کو انجن کہہ لیں اور عورت کو باڈی۔ ان دونوں سے ہی ایک گاڑی کی تکمیل ہوتی ہے۔ دونوں ہی اہم اور ضروری بھی ہیں اور دونوں کے رول بھی الگ الگ ہیں۔ ہم ایک کو دماغ اور دوسرے کو دل بھی کہہ سکتے ہیں۔ زندگی کی بقا کے لئے دونوں ہی اہم اور ضروری ہیں اور رول بھی دونوں کا الگ الگ ہے۔ ایک مثال تو اللہ تعالیٰ نے بھی دے رکھی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے یعنی ایک زمیندار اور دوسری کھیتی۔

آخر میں خصوصاً خواتین کے لئے لکھا جاتا ہے کہ بہت سے پہلوؤں سے اُن کا اپنا ایک مقام اور اہمیّت ہے۔ دوسرے جیسا تو وہ بننا چاہتا ہے جس کی اپنی کوئی حیثّیت نہ ہو۔ عورتوں کو ضرورت ہی کیا ہے کہ وہ مرد میں اپنی شخصیّت کو گم کریں۔ ہمارے نزدیک تو اس سے اُن کی توقیر بڑھنے کی بجائے گھٹتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک عورت کو بحیثّیت ایک ماں کے وہ مقام اور مرتبہ حاصل ہے جو مرد کو ہرگز حاصل نہیں۔ دنیا کی ہر قوم اور مذہب میں ماں کی وہ عزت اور تکریم ہے جس کا مرد تصور بھی نہیں کرسکتا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اسی طرح اولاد کے لئے ماں اور باپ کی خدمت کے حوالے سے تین درجے ماں کو حاصل ہیں اور باپ چوتھے درجے پر آتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَحَقُّ النَّاسِ بِحُسْنِ صَحَابَتِیْ؟ قَالَ اُمُّکَ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّکَ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اُمُّکَ۔ قَالَ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ اَبُوْکَ (بخاری کتاب الادب)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ لوگوں میں سے میرے حسنِ سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے۔ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں۔ اُس نے چوتھی بار پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا تیرا باپ۔''

پس مسلمان مرد اور عورت کو ایک دوسرے جیسا بننے کے غیر فطری یورپی فارمولے اپنانے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں۔ یہ ایک زہر ہے اور اسے کھانے سے ان اقوام کی گھریلو زندگی اور شرم و حیا کی جو صورت ہو چکی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مردوں کو وہ فرائض ادا کرنے چاہئیں جو اُن کے سپرد ہیں اور عورتوں کو اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف اپنی توجہ مرکوز رکھنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مجاہد جاوا و سماٹرا
حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ

(احمد طاہر مرزا۔ ربوہ)

مَیں نے وہ پان مزہ سے کھایا
(ایک عجیب مباحثہ)

حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ کا دلچسپ واقعہ جس میں مخالفین نے آپ پر جادو کرنے کی بھی کوشش کی تاہم ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید و نصرت فرمائی۔ اس واقعہ کی بابت حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دن چند دوست میرے پاس بیٹھے تھے کہ ایک تعلیم یافتہ شخص جس کا ایک اچھے خاندان سے تعلق تھا چندہ لینے کے لئے آ گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ چندہ ایک عربی سکول اور ایک مسجد کے لئے درکار ہے۔ مَیں نے پوچھا اس مقصد کے لئے تمہیں کل کتنی رقم چاہئے۔ اس نے کہا چار ہزار۔ مَیں نے کہا مَیں آپ کو پانچ ہزار کا چیک دے سکتا ہوں۔ اس نوجوان کے ساتھ دو مدرس، ایک ایڈیٹر اور دو دوسرے معززین شہر بھی تھے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ مَیں جلد وہ چیک انہیں دے دوں۔ مَیں اٹھا اور اندر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب نور الحق لے آیا اور انہیں دیتے ہوئے کہا کہ یہ ہے میرا چیک۔ مجھ سے بحث کر لیجئے۔ اگر آپ مجھے شکست دیدیں تو پانچ ہزار روپیہ آپ کا۔ اس پر وہ تیار ہو گئے۔ اور وہیں اسی وقت انہوں نے مباحثہ کی غرض سے ایک کمیٹی بنا ڈالی۔ آپس میں بڑی ردّوکد کے بعد انہوں نے بحث کرنے کے لئے اپنی طرف سے چار آدمی چن لئے۔ حاجی محمود احمد صاحب اس وقت وہاں آنے کے لئے قادیان سے روانہ ہو چکے تھے۔ مَیں نے وقت کا اندازہ کر کے ان کے وہاں پہنچنے کے آٹھ دن بعد کی تاریخ مقرر کر دی اور طے ہو گیا کہ مباحثہ دو دن ہو گا اور وفاتِ مسیح پر ہو گا۔

مقررہ دن ہم 35-40 آدمی موٹروں پر سوار ہو کر وہاں پہنچے۔ معلوم ہوا کہ داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہے اور ٹکٹوں کی قیمت دو روپیہ، ایک روپیہ اور آٹھ آنے ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مباحثہ سننے والوں کی تعداد کم ہے اور رحمت علی کو دیکھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ پروگرام یہ تھا کہ پہلے ہم آدھ گھنٹہ وفات مسیح پر تقریر کریں گے اس کے بعد ہمارے مخالف آدھ گھنٹہ حیات مسیح پر۔ پھر آدھ گھنٹہ ہم ان کے سوالوں کا جواب دیں گے اور ان پر اعتراض کریں گے اس کے بعد وہ ہمارے سوالوں کا جواب دیں گے اور ہم پر اعتراض کریں گے اس کے بعد ہماری تقریر ہو گی اور پہلے دن کا پروگرام ختم ہو جائے گا۔ ہم نے طے کیا تھا کہ پہلے دن ہماری طرف سے حاجی صاحب مباحثہ کریں گے۔

مباحثہ شروع ہونے کو تھا کہ مَیں نے دیکھا میری کرسی کے اردگرد پندرہ بیس علماء بیٹھے خاموشی سے کچھ پڑھ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ حضرات میری زبان بندی کے لئے جادو کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے ایک پان پر کچھ پڑھا اور اس پر پھونکیں ماریں اور وہ مجھے کھانے کو دے دیا۔ مَیں نے وہ پان مزے سے کھایا اور اچھا خاصہ لذیذ تھا۔ جب تقریر کا وقت آیا تو ہمارے طے شدہ پروگرام کے مطابق حاجی صاحب کھڑے ہوئے۔ اس پر علماء بہت جھنجھلائے کہ ہم جادو کسی پر کرتے رہے اور تقریر کرنے کے لئے کوئی کھڑا ہو گیا۔ حاجی صاحب نے تقریر کی اور خوب دلائل دئے۔ مخالف علماء کو یہ افسوس کہ حاجی صاحب کی زبان بندی کے لئے جادو کیوں نہ کیا۔

دوسرے دن مباحثہ شروع ہونے سے قبل مَیں نے دیکھا کہ آج پندرہ بیس علماء میری کرسی کے گرد بیٹھے زبانیں ہلا رہے ہیں اور پندرہ بیس علماء حاجی صاحب کی کرسی کے گرد بیٹھے یہی حرکت کر رہے ہیں۔ دراصل انہیں پتہ نہیں تھا کہ آج صرف مجھے ہی مباحثہ کرنا تھا۔ چنانچہ ہمارے پروگرام کے مطابق حاجی صاحب کھڑے ہوئے۔ تشہد پڑھا اور یہ اعلان کر کے بیٹھ گئے کہ آج مولوی رحمت علی صاحب مباحثہ کریں گے۔ اب وہ علماء جو میری کرسی کے گرد بیٹھے تھے بہت خوش ہوئے کہ اپنے جادو سے وہ میری زبان بندی کر چکے ہیں۔ پھر انہوں نے جلدی سے پھونکیں مار کر بیک وقت دو پان پیش کئے جنہیں مَیں نے فوراً قبول کرتے ہوئے منہ میں رکھ لیا۔ دو ایک منٹ بعد میں تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ جوں جوں مَیں تقریر کرتا جاتا تھا مخالف علماء کا اعتقاد اپنے جادو پر سے اٹھتا جاتا تھا۔ شاید ان کے دئے ہوئے اچھی قسم کے پانوں کا اثر تھا کہ میرا گلا خوب کام دے رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جتنی سلجھی ہوئی اور لوچدار تقریر مجھ سے اس دن ہوئی اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔

تقریر کے اختتام پر مَیں نے حاضرین سے کہا مَیں نے جو دلائل دئے قرآن اُن کی تائید کرتا ہے، حدیث اس کی مؤید ہے۔ تمام صحابہ اور ائمہ مجھ سے متفق ہیں۔ تمہارے اساتذہ کو مجھ سے اختلاف نہیں۔ انڈونیشیا کے عالم حاجی عبدالکریم، امیر اسد اور مصر کے محمد عبدہٗ کے خیالات وہی ہیں جو میرے ہیں۔ یعنی یہ کہ حضرت مسیح ناصریؑ فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کے علماء جو اس وقت میرے سامنے بیٹھے ہیں ان کے دل بھی اس وقت میرے ساتھ ہیں اور مجھے توقع ہے کہ یہ جرأت سے کام لے کر اپنے شاگردوں اور عوام کو بتا دیں گے کہ یہ مسئلہ اب متنازعہ فیہ نہیں رہا بلکہ حضرت مسیح ناصریؑ فوت ہو چکے ہیں۔ یہ سب کا ایمان ہے۔ اس پر ان کی طرف سے ایک عالم اٹھا اور اس نے کہا کہ یقیناً قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ و ائمہ کے مطابق حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب یہ بحث بند کر دی جائے اور یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر علماء کو ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ حاضرین کا یہ سننا تھا کہ ایک شور مچ گیا۔ بعض ہٹ دھرم مخالف سامعین اس بات کا آخری سہارا لئے بیٹھے تھے کہ وفات مسیحؑ ثابت ہو جانے کے باوجود کم از کم ظاہری طور پر ان کے علماء یہ ضرور کہتے چلے جائیں گے کہ حضرت مسیحؑ ابھی زندہ ہیں۔ اپنے عالم کے منہ سے وفات مسیحؑ کا اقرار سن کر وہ بوکھلا گئے اور شور مچانے لگے۔ یہ شور ہمارے خلاف کم تھا اور ان کے اپنے علماء کے خلاف زیادہ۔ جلسہ گاہ میں افراتفری مچ گئی۔ امن بحال کرنے کے لئے جو مجسٹریٹ مقرر تھا وہ میرے پاس آیا اور کہا کہ معاملہ زیادہ بڑھ جانے کا خطرہ ہے چلئے مَیں آپ کو بحفاظت آپ کی جائے رہائش تک لے چلوں۔ مَیں نے اس سے کہا کہ اگر کسی شخص کے دل میں اب بھی وفات مسیح کے متعلق شبہ ہو تو ہم دوبارہ مباحثہ کے لئے تیار ہیں اس پر اس نے مسکرا کر مخالفین کے اعتراف شکست کی تصدیق کی۔

ہم اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو بہت سے لوگ مزید تبادلہ خیالات کے لئے ہمارے پاس پہنچ گئے۔ مَیں نے باقی سب ساتھی دوستوں کو پاڈانگ واپس روانہ کر دیا اور دو تین دوستوں کو اپنے ہمراہ رہنے دیا۔ جب تمام معترضین کی تسلی ہو چکی تو مَیں وہاں سے روانہ ہوا۔ میرے پاڈانگ پہنچنے سے پہلے جلسہ کی کارروائی کی تفصیل لوگوں تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ میرے موٹر سے اترتے ہی چاروں طرف آوازے کسے جانے لگے ''جادوگر آ گیا، جادوگر آ گیا''۔ مجھے بڑی ہنسی آئی کہ بزعم خویش جادوگر تو علماء تھے جو میری کرسی کے اردگرد بیٹھے زیرلب کچھ پڑھ پڑھ کر مجھ پر پھونکیں مارتے تھے لیکن انہیں شکست ہوئی۔ مجھے جادوگر محض اس لئے کہا جا رہا ہے کہ مجھ پر ان کے جادو کا اثر نہیں ہوا اور مَیں کامیاب رہا۔

(ماہنامہ خالد 10/اکتوبر 1962ء صفحہ 41-42)

❁❁❁❁❁❁

ایک دلچسپ مذاکرہ

حضرت مولانا رحمت علی صاحبؓ پاڈانگ کے حالات کی بابت ایک واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

پاڈانگ میں اپنی تبلیغی مساعی کا ذکر ختم کرنے سے پہلے مَیں صرف ایک واقعہ اور بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس واقعہ کا تعلق بھی مخالف علماء کی شرارت سے ہے۔ ان لوگوں نے مل کر ایک خطیب پر یہ فرض عائد کر دیا کہ وہ باقاعدہ میرے محلے میں آ کر لیکچر دیا کرے۔ چنانچہ وہ ایسا کرنے لگا۔ کام کی بات کم کہتا میرے خلاف لوگوں کو زیادہ اکساتا۔ ایک دن اسے معراج پر لیکچر دینا تھا۔ شب معراج قریب آ رہی تھی اس لئے اس بہانہ سے اس نے بہت سا پراپیگنڈا کر کے لوگوں کو دوسرے محلّوں سے بلوانے کا اہتمام کر لیا۔ مَیں نے دو نوجوانوں کو جنہیں مباحثہ کرنے کا بہت شوق تھا بلایا اور کہا کہ اگر تم مباحثہ کرنا چاہو تو اس کے لئے بڑا اچھا موقعہ پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ مَیں نے ایک کو عربی میں ایک سوال زبانی یاد کرایا۔ پھر اسے سمجھایا کہ اس کے دو جواب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ، اور دوسرا وہ۔ اگر خطیب یہ جواب دے تو پھر یہ سوال کرنا اور اگر وہ جواب دے تو پھر یہ سوال کرنا۔ اور اگر جواب دے تو مزید یوں سوال کرنا۔ اس طرح مَیں نے سلسلہ در سلسلہ چند سوال اسے سمجھا کر مباحثہ کے لئے تیار کر دیا۔ اسی طرح دوسرے نوجوان کو مَیں نے بعض مسائل بتا کر عربی میں سوالات اور ان کے مختلف سلسلے سمجھا دئے۔ چنانچہ خطیب صاحب نے اپنا لیکچر شروع کیا اور دھواں دار تقریر کی۔ جب لیکچر ختم ہوا تو ان میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اس نے سوال کر دیا۔ خطیب نے اپنی سمجھ کے مطابق اس کا جواب دیا۔ اس پر اس نوجوان نے دوسرا اعتراض کر دیا۔ خطیب کے دماغ کی رسائی اس سوال کے جواب تک نہ تھی اس لئے اس نے جواب دینے کی بجائے نوجوان کو ڈانٹ کر خاموش کرانے کی کوشش کی۔ اتنے میں دوسرا نوجوان اٹھا اور اس نے ایک سوال کر دیا۔ خطیب نے اس کا جواب دیا جس پر میرے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق اس نوجوان نے مزید اعتراض کیا۔ اس نے ابھی دو ایک سوال ہی کئے تھے کہ خطیب صاحب کو غصہ آ گیا اور انہوں نے نوجوان کو لعنت ملامت شروع کر دی۔ نوجوان کا طرز عمل نہایت سلجھا ہوا اور شریفانہ تھا۔ خطیب بڑے بھونڈے پن سے اس سے پیش آیا۔ اس کا حاضرین پر بہت بُرا اثر پڑا۔ ان دونوں نوجوانوں کے معزز رشتہ دار بھی موجود تھے۔ انہوں نے خطیب سے مطالبہ کیا کہ وہ ان بچوں کے علمی سوالوں کا جواب علمی رنگ میں دے۔ خطیب نے اپنی نجات اسی میں دیکھی کہ وہ لڑ بھڑ کر سوالوں کو ٹال دے۔ چنانچہ وہ ان بزرگوں سے بھی لڑ پڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں بھگدڑ مچ گئی۔ معاملہ لپاڈکی تک پہنچا اور خطیب صاحب ایسے فرار ہوئے کہ دوبارہ اس محلّہ میں ان کی زیارت نہ ہوئی۔ کئی سال تک ان کے دیدار کو آنکھیں ترستی رہیں مگر آپ دوبارہ لیکچر دینے تشریف نہ لائے''۔

(ماہنامہ خالد ربوہ جون 1963ء صفحہ 24)

❁❁❁❁❁❁

خصوصی درخواست دعا

احباب جماعت سے پاکستان میں جملہ اسیران راہ مولا کی جلد از جلد باعزت رہائی نیز مختلف مقدمات میں ملوث افراد جماعت کی باعزت بریت کے لئے دردمندانہ درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان بھائیوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ہر شر سے بچائے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِي نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ۔

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Mobile: 0780-3298065 Fax: 020 8871 9398

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

فجی

فجی 332 جزائر پر مشتمل ہے جن میں سے 106 جزیرے آباد ہیں۔ فجی کا زمینی رقبہ 7,054 ہزار مربع میل ہے جبکہ اس کے جزائر اڑھائی لاکھ مربع میل سمندر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دو بڑے جزیرے Viti Levo اور Vanualevu کُل رقبہ کا 85 فیصد ہیں اور 90 فیصد آبادی انہی پر آباد ہے۔ فجی کی آبادی 8 لاکھ نفوس (1998ء) پر مشتمل ہے جن میں 53 فیصد عیسائی، 38 فیصد ہندو اور 8 فیصد مسلمان ہیں۔ دارالحکومت Suva کی آبادی ایک لاکھ ہے۔ فجی کی دو قومی فضائی کمپنیاں ایئر پیسفک اور ایئر فجی ہیں۔ ملک میں 17 ہوائی اڈے اور دو بڑی بندرگاہیں ہیں۔

فجی جزائر میں پہلا آبادکار تقریباً 3500 سال قبل جزیرہ میلی نیشیا (انڈونیشیا) سے آکر آباد ہوا۔ ایک چھوٹا گروپ پولی نیشن تقریباً 100ء میں یہاں آیا۔ 6 فروری 1643ء کو ہالینڈ کے مہم جو ابیل جانسزون تسمان نے، اس کے بعد برطانوی کیپٹن جیمز کک نے 1774ء میں، اور 1789ء میں کیپٹن ولیم بلیگ نے کئی جزائر دریافت کئے جو کہ باؤنٹی جزیرے پر بغاوت کے بعد یہاں آیا تھا۔ 1797ء میں برطانوی مشنری لیڈر کیپٹن جیمز ولسن نے بھی بعض جزائر دریافت کئے۔ 1840ء میں امریکیوں نے ان جزیروں کا پہلا مکمل سروے کیا۔

تاجر اور عیسائی مشنری 1835ء میں ٹونگا سے یہاں پہنچے۔ 1854ء میں مقامی سردار کاکوباؤ (Cakobau) نے عیسائی مذہب قبول کرلیا اور اس طرح یہاں آدم خوری کا زمانہ اختتام کو پہنچا۔ اس دوران کئی قبائلی اقتدار کے لئے آپس میں لڑتے رہے۔ 1855ء میں سردار کاکوباؤ مغربی فجی کا بادشاہ (Tui Viti) بن گیا۔ 1857ء میں پہلا برطانوی قونصل جنرل Levuka میں تعینات ہوا۔ 1871ء میں سردار کاکوباؤ نے بیشتر علاقہ پر اثرورسوخ قائم کرکے امن وامان قائم کیا اور پھر برطانیہ کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ فجی کو اپنا زیرحفاظت علاقہ بنالے۔ چنانچہ 10 اکتوبر 1874ء کو فجی کو برطانیہ کی کراؤن کالونی کا درجہ دیدیا گیا اور سرآرتھر گورڈن پہلا برطانوی گورنر جنرل مقرر ہوا۔ 1876ء میں فجی میں مقامی حکومت قائم ہوئی۔ 1879ء سے 1919ء تک تقریباً 60 ہزار انڈین مزدور گنے کی فصل کاشت کرنے کے لئے یہاں لائے گئے۔ اس طرح یہاں ہندو کلچر اور زبان نے فروغ پایا۔ 1900ء میں نیوزی لینڈ کے ساتھ فجی کی فیڈریشن کو مسترد کردیا گیا۔ 1904ء میں 10 ارکان (7 یورپین، دو فجین اور ایک ہندوستانی) پر مشتمل ایک مجلس قانون ساز قائم کی گئی۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران فجی اتحادیوں کا اہم سپلائی سٹیشن بنا رہا اور مختلف فضائی و بحری اڈے یہاں تعمیر ہوئے۔ فجین باشندوں نے برطانوی مسلح افواج میں خدمات سرانجام دیں۔ 1968ء میں سووا میں ''یونیورسٹی آف ساؤتھ پیسفک'' قائم ہوئی۔ 96 سال کے برطانوی راج کے بعد 10 اکتوبر 1970ء کو فجی کو آزادی مل گئی۔ اُسی روز فجی کا آئین نافذ ہوا لیکن ایک غیرتحریری معاہدے کے تحت صرف مقامی باشندوں کو حکومت کرنے کا حق حاصل تھا جبکہ بھارتی نژاد باشندے صرف کاروبار کرسکتے تھے۔ جب اپریل 1987ء کے انتخابات میں ایک مخلوط اتحاد نے بھارتی باشندوں کی مدد سے انتخاب جیتا تو کئی ہندوستانی کابینہ میں شامل کئے گئے۔ چندروز بعد ہی مقامی باشندوں نے بھارتیوں پر حملے شروع کردیئے اور کئی بھارتی نژاد وزراء کے دفاتر کو آگ لگادی۔ کئی سال تک ملک شدید بحران کا شکار رہا۔ کئی حکومتوں کا تختہ الٹا گیا اور آئین معطل ہوا۔ پھر 6 اکتوبر 1987ء کو فجی کو جمہوریہ قرار دے کر ملکہ الزبتھ دوم کو سربراہ مملکت کی حیثیت سے معزول کردیا گیا اور فجی دولت مشترکہ سے باہر ہوگیا۔

6 جون 1997ء کو فجی کا نیا آئین منظور ہوا تو ستمبر میں فجی دوبارہ دولت مشترکہ میں شامل ہوگیا۔ مئی 1999ء کے انتخابات میں بھارتی نژاد مزدور رہنما مہندر چوہدری فجی کے وزیراعظم منتخب ہوئے تو ایک سال بعد سات مسلح افراد نے پارلیمنٹ میں داخل ہوکر وزیراعظم اور ان کی کابینہ کو یرغمال بنالیا۔ اس انقلاب کے کمانڈر جارج سپائٹ تھے جو اپوزیشن رکن پارلیمنٹ سام سپائٹ کے بیٹے تھے۔ بعدازاں جارج سپائٹ نے خودکو وزیراعظم قرار دیدیا تو ملک میں سیاسی بحران مزید شدت اختیار کرگیا۔ چونکہ 1997ء کے آئین میں بھارتی نژاد باشندوں کو وزیراعظم بننے کی ضمانت دی گئی تھی۔ اس لئے 15 نومبر 2000ء کو ہائیکورٹ نے مہندر چوہدری کی حکومت کو قانونی قرار دیدیا۔ 3 ستمبر 2001ء کو عام انتخابات ہوئے۔ 18 فروری 2002ء کو فجی کی اعلیٰ عدالت نے باغی لیڈر جارج سپائٹ کو پھانسی کی سزا کا حکم سنایا لیکن صدر جمہوریہ نے سزا میں تخفیف کرکے اسے عمرقید میں تبدیل کردیا۔

فجی میں احمدیت

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ سالانہ نمبر 2006ء میں مکرم نعیم احمد محمود چیمہ صاحب (امیر و مبلغ انچارج) کے قلم سے جماعت احمدیہ فجی کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

1879ء سے 1919ء تک جب 60 ہزار انڈین مزدور گنے کی فصل کاشت کرنے کے لئے فجی لائے گئے تو یہاں ہندو کلچر اور زبان نے بھی فروغ پایا۔ پھر جب برصغیر پاک و ہند میں شدھی کی تحریک چلی تو اس کا اثر یہاں بھی پہنچا۔ اس تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے یہاں کے مسلمانوں کا رابطہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے ہوا تو انجمن کے ایک عالم مرزا مظفر بیگ صاحب یہاں تشریف لائے۔ اُنہی دنوں میں ایک احمدی تاجر مکرم چوہدری عبدالحکیم صاحب فجی کے شہر نانڈی پہنچے اور یہاں کاروبار شروع کیا، آپ خلافت احمدیہ سے وابستہ تھے اور اپنے غیرمبائع احمدی دوستوں کو بھی لٹریچر دیا کرتے تھے۔ اُن کی تبلیغ سے کئی افراد نے حضرت مصلح موعودؓ کی بیعت کی سعادت پائی جن میں مکرم حاجی محمد رمضان خان صاحب بھی تھے جو کہ ایک تاجر اور زمیندار تھے۔ وہ 1959ء میں حج کرنے مکہ مکرمہ گئے تو واپسی پر لاہور، قادیان اور ربوہ بھی آئے اور 11 اگست 1959ء کو حضرت مصلح موعودؓ کے دست مبارک پر اپنی اہلیہ محترمہ اور پوتے کے ہمراہ بیعت کی توفیق پائی۔ آپ نے حضورؓ کی خدمت میں جزائر فجی کے لئے مبلغ بھجوانے کی بھی درخواست کی جسے حضورؓ نے منظور فرمایا اور 1960ء میں محترم مولانا عبدالواحد صاحب کو روانہ فرمادیا جو 11 اکتوبر کو فجی کے ساحل پر اترے۔

اس وقت فجی کے چار جزائر میں گیارہ جماعتیں قائم ہیں اور نو مساجد تعمیر ہوچکی ہیں۔ سب سے پہلی مسجد مبارک جزیرہ ونوالیوو کے مقام پر 1965ء میں تعمیر ہوئی جس کے لئے زمین مکرم حاجی رحیم بخش آف وولودا نے تحفۃً پیش کی۔ دوسری مسجد محمود کا سنگ بنیاد حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خانصاحبؓ نے جزیرہ ویتی لیوو میں 1965ء میں رکھا۔ یہ مسجد 1971ء میں مکمل ہوئی۔ مسجد سے ملحقہ مشن ہاؤس اور لائبریری بھی ہے اور حال ہی میں ایک لجنہ ہال بھی تعمیر کیا گیا جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فجی کی تیسری مسجد اقصیٰ نانڈی کے مقام پر 1972ء میں مکمل ہوئی۔ اس کی دومنزلہ عمارت کا بالائی حصہ مسجد ہے جس کی تعمیر کا سارا خرچ مکرم حاجی محمد رمضان صاحب نے دیا ہے۔ نچلی منزل میں مشن ہاؤس اور لائبریری ہے۔ ایک مسجد بلال 1978ء میں تعمیر ہوئی جس کے لئے زمین مکرم حامد حسین صاحب آف نصروانگا نے پیش کی۔ دارالحکومت صووا میں مسجد فضل عمر، مرکزی دفاتر، لائبریری، مشن ہاؤس کی تعمیر کے لئے 1974ء میں سنگ بنیاد رکھا گیا تھا اور آٹھ لاکھ فجین ڈالرز سے تعمیر ہونے والے اس منصوبہ کا افتتاح 18 ستمبر 1983ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا تھا۔ اسی دورہ میں حضورؒ نے ایک مسجد رضوان کا سنگ بنیاد بھی رکھا جس کی تعمیر کا سارا خرچ دو بھائیوں حاجی محمد حنیف صاحب اور حاجی شاہ محمد صاحب اور ان کے خاندان نے دیا۔ مسجد کے احاطہ میں لائبریری اور مشن ہاؤس بھی تعمیر کیا گیا۔ مسجد الجامع جزیرہ تاویئونی (جس میں ڈیٹ لائن گزرتی ہے) میں 2002ء میں تعمیر ہوئی۔ اور مسجد المہدی جزیرہ رامبی پر تعمیر ہوئی جہاں 1996ء میں پہلا پھل عطا ہوا تھا اور اب تک قریباً 45 افراد احمدیت قبول کرچکے ہیں۔ اس جزیرہ کی ساری زمین کونسل کے ماتحت ہے اور 2000ء میں مسجد تعمیر کرنے کی غرض سے زمین کے لئے کونسل میں درخواست دی گئی تو کونسل کی طرف سے ٹال مٹول ہوتا رہا۔ ایک موقعہ پر انہوں نے کہا ہے ان کے پاس فی الحال کوئی مناسب جگہ نہیں ہے لیکن اگر کوئی اپنی زمین خود دیدے تو کونسل اس پر غور کرسکتی ہے۔ جب 2002ء میں ایک نومبائع احمدی خاتون نے اپنا آبائی گھر بغرض تعمیر مسجد پیش کردیا تو بھی مختلف بہانوں سے ہماری درخواست تعطّل کا شکار رہی اور آخر چار سال کی کوشش کے بعد مسجد بنانے کی اجازت دی گئی جو 2004ء میں تعمیر ہوئی۔

جزائر فجی میں جماعت احمدیہ کے تحت پانچ تعلیمی ادارے بھی قائم ہیں جن میں ایک کنڈرگارٹن، دو پرائمری سکول، ایک کالج اور ایک سیکنڈری سکول شامل ہیں۔

مکرم مولانا شیخ عبدالواحد صاحب نے ایک غیرمذہب Alipate Sikivou سے 1963ء میں فجیئن زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل کروایا تھا لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُس وقت تک ترجمہ کی اشاعت کی اجازت نہ دی جب تک کہ کوئی احمدی جو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ فجین زبان سے بھی پوری واقفیت نہ رکھتا ہو، اسے چیک نہ کرلے۔ 1978ء میں مکرم ماسٹر محمد حسین صاحب نے مرکز کی اجازت سے اس اہم کام کی ذمہ داری سنبھالی تو 1988ء میں ترجمہ شائع ہوا۔

فجی کی پہلی مسجد کی تعمیر کا ایمان افروز واقعہ

محترم مولانا شیخ عبدالواحد صاحب فاضل جب فجی کے شہروں نانڈی اور لٹوکا میں جماعتوں کی بنیاد رکھ کر دارالحکومت صووا پہنچے تو جون 1961ء میں ایک ہی دن میں 12 افراد بیعت کرکے جماعت میں شامل ہوگئے۔ جب ایک مخلص اور فعال جماعت قائم ہوگئی تو ایک مکان کرایہ پر لے لیا گیا۔ لیکن عیدالفطر کے موقعہ پر یہ مکان انتہائی ناکافی ثابت ہوا۔ اس پر ایک ساتھ والا مکان جو ایک بیوہ کی ملکیت تھا اور وہ اسے تین ہزار پاؤنڈ میں ایک شراب خانہ کو فروخت کرنا چاہ رہی تھی لیکن محلّہ کے شرفاء کے احتجاج پر یہ جگہ شراب خانہ والے نہ خرید سکے۔ جماعت نے اپنی حیثیت کے مطابق اس جگہ کے دو ہزار پاؤنڈ پیش کئے لیکن وہ خاتون راضی نہ ہوئی۔ اِس پر اُس عورت کے بعض رشتہ داروں کے ذریعہ اسے سمجھایا کہ اس کی زمین کسی ذاتی یا تجارتی غرض کے لئے نہیں بلکہ محض مسجد کی تعمیر کے لئے لی جارہی ہے۔ چنانچہ یہ زمین مل گئی۔ اگرچہ بعدازاں مخالفین کے اکسانے پر اس عورت نے جماعت کو قبضہ دینے میں کئی تاخیری حربے استعمال کئے لیکن بہرحال اُسے یہ مکان چھوڑنا پڑا۔

جماعت نے مزید تین صد پونڈ لگا کر اس عمارت کی مرمت کی اور محراب وغیرہ بنا کر اسے مسجد کی شکل دی گئی۔ مسجد فضل عمر کے احاطہ میں لائبریری اور دفتر بھی بنایا جبکہ باقی حصہ مربیان اور مہمانوں کے استعمال میں آنے لگا اور خالی زمین باغیچہ میں تبدیل کردی گئی۔ اس کے تقریباً گیارہ سال بعد 1972ء میں اس بیوہ عورت نے اپنی اولاد سمیت احمدیت قبول کرلی جس کی ایک وجہ اُس نے یہ بتائی کہ 1958ء میں اُس نے خواب دیکھا تھا کہ اس کا وہی مکان مسجد میں تبدیل ہوگیا ہے اور لوگ اس میں نماز پڑھنے آرہے ہیں لیکن چونکہ اسے نماز روزہ سے چنداں دلچسپی نہ تھی اس لئے بعد میں وہ خواب بھی اس کے ذہن سے اتر گیا۔ مگر اُس وقت دوبارہ یاد آگیا جب واقعات نے اسے سچا ثابت کردیا تھا اور وہ مکان مشیت الٰہی سے مسجد میں تبدیل ہوکر ہزاروں مومنوں کی سجدہ گاہ بن چکا تھا۔

جماعت احمدیہ امریکہ کے رسالہ ''النور'' جولائی و اگست 2006ء میں شامل اشاعت مکرم مبارک احمد ظفر صاحب کی ایک نظم سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

یار کی یاد میں شب جو کاٹی دن تھا وہ تو رات نہ تھی
اِک میں تھا اور یاد تھی اس کی دوسری کوئی ذات نہ تھی
فضلوں کا وہ مینہ برسا کہ روح تلک سب بھیگ گئے
دید کی دلہن مسکائی تھی، کون کہے برسات نہ تھی
ہاتھ کو دے کر ہات میں اس کے جو عہد و پیمان کیا
اس سے بڑھ کر پاس ہمارے اَور کوئی سوغات نہ تھی

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide

1st February 2008 – 7th February 2008

Please Note that programmes and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8875 4272 or fax +44 20 8874 8344

Friday 1st February 2008

00:05	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat, & MTA News
01:10	Al Maa'idah
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking Guests. Recorded on 2nd April 1997.
02:40	Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to the Nasir mosque in Sweden.
03:20	Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd October 1997.
04:25	Mosha'airah: an evening of poetry relating to the Khilafat Jubilee.
05:25	Ahmadiyyat and Science: a talk with Dr Masood-ul-Hasan Noori about his book 'Ideals and Realities'.
06:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:15	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) with Huzoor, recorded on 13th January 2007.
08:20	Le Francais C'est Facile: Lesson no. 111.
08:45	Siraiki Service: a discussion in Siraiki on the life and character of the Holy Prophet (saw).
09:25	Urdu Mulaqa'at with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Urdu speaking guests. Session no. 36, recorded on 5th May 1995.
10:30	Indonesian Service
11:30	Seerat Sahaba Rasool (saw)
12:00	Tilaawat & MTA News
13:00	Live Friday Sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V from Baitul Futuh.
14:30	Dars-e-Hadith
14:50	Bengali Reply to Allegations: a Bengali discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Jama'at.
15:50	Seerat Sahaba Rasool (saw) [R]
16:20	Friday Sermon [R]
17:30	Spotlight: an interview about the life of Maulana Abdul Malik Khan.
18:10	Le Francais C'est Facile: lesson no. 111. [R]
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:40	MTA International News Review Special
21:15	Friday Sermon [R]
22:30	MTA Travel: A visit to Southern Spain
23:00	Urdu Mulaqa'at: Session no. 36 [R]

Saturday 2nd February 2008

00:10	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
01:20	Le Francais C'est Facile: lesson no. 111
01:45	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 3rd April 1997.
02:50	Spotlight: an interview about the life of Maulana Abdul Malik Khan.
03:35	Friday Sermon: recorded on 01/02/08.
04:55	Urdu Mulaqa'at: Session no. 36
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:10	Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor. Recorded on 20th September 2003.
08:30	Friday Sermon: rec. 01/02/08 [R]
09:30	Seerat Sahaba Hadhrat Masih Maood
10:30	Indonesian Service
11:30	French Service
12:00	Tilaawat & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar
14:00	Intikhab-e-Sukhan
15:00	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
16:05	Moshaairah: an evening of poetry relating to the Khilafat Jubilee.
16:45	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad Khalifatul Masih IV (ra) in Urdu. Recorded on 13/02/1984.
18:05	The Jenolan Caves: a documentary exploring the Jenolan caves, Australia.
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:40	International Jama'at News
21:10	Bustan-e-Waqfe Nau [R]
22:15	The Jenolan Caves [R]
22:55	Friday Sermon: rec. 01/02/08 [R]

Sunday 3rd February 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
01:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 8th April 1997.
02:30	Seerat Sahaba Hadhrat Masih Maood
03:45	Friday Sermon: rec. 01/02/08
04:45	Moshaairah: an evening of poetry relating to the Khilafat Jubilee.
05:30	The Jenolan Caves
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) with Huzoor, recorded on 14th January 2007.
08:10	MTA Travel: a visit to the American Museum of Natural History.
09:00	Learning Arabic: lesson no. 9.
08:30	Huzoor's Tours: programme documenting Huzoor's visit to Scandinavia.
09:50	Indonesian Service
10:50	Spanish Service: Spanish translation of Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 23rd March 2007.
11:35	Rome: a programme featuring the monuments and fountains of Rome, Italy.
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:00	Bengali Reply to Allegations: discussion programme replying to various allegations made against the Ahmadiyya Muslim Jama'at.
14:00	Friday Sermon: Rec. 1st February 2008.
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
16:10	Learning Arabic: lesson no. 9 [R]
16:30	Huzoor's Tours: Scandinavia [R]
17:05	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 7th December 1996.
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme about the true concepts of Islam, hosted by Muhammad Sharif.
20:30	MTA International News Review
21:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Nasirat) [R]
22:55	Huzoor's Tours [R]
23:20	Seerat-un-Nabi (saw)

Monday 4th February 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA Jamaat News
00:55	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 9th April 1997.
02:00	American Museum of Natural History
02:40	Friday Sermon: rec. 1st February 2008.
03:40	Learning Arabic: lesson no. 9
04:00	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 7th December 1996.
05:25	Seerat-un-Nabi (saw)
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
07:00	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) held with Huzoor. Recorded on 27th January 2005.
07:55	Le Francais C'est Facile: lesson no. 86
08:25	Medical Matters: health programme on the topic of birth marls.
09:00	Rencontre Avec Les Francophones: A weekly studio sitting with French speaking friends with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 4th May 1998.
10:00	Indonesian Service
10:45	Quran Seminar: a seminar about the blessings of recitation of the Holy Qur'an.
11:55	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar
14:05	Friday Sermon
15:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
16:05	Jalsa Salana Speeches: speech delivered by Muhammad Hameed Kausar on the topic of modern scientific inventions in relation to the Holy Qur'an.
16:55	Rencontre Avec Les Francophones [R]
17:55	Medical Matters
18:30	Arabic Service
19:35	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 10th April 1997.
20:35	MTA International Jama'at News
21:10	Gulshan-e-Waqfe Nau (Atfal) [R]
22:05	Friday Sermon [R]
23:15	Jalsa Salana Speeches [R]

Tuesday 5th February 2008

00:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:00	Le Francais C'est Facile: lesson no. 86
01:25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 19th February 1997.
02:30	Friday Sermon: rec. 15th December 2006.
03:25	Rencontre Avec Les Francophones
04:25	Medical Matters: birth marks.
04:55	Quran Seminar
06:00	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:05	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) with Huzoor recorded on 18th March 2007.
08:15	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd December 1996. Part 1.
09:35	MTA Variety: a documentary about Khuddam UK Army weekend.
10:25	Indonesian Service
11:25	Sindhi Service
12:35	Tilaawat, Dars & MTA News
13:35	Bangla Schomprochar
14:35	Jalsa Salana Canada 2004: Address delivered by Hadhrat Khalifatul Masih V on 3rd July 2004.
15:55	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
17:05	Question and Answer session [R]
18:30	Arabic Service
20:35	MTA International News Review Special
21:15	MTA Variety [R]
21:45	Gulshan-e-Waqfe Nau (Lajna) [R]
23:15	Jalsa Salana Canada 2004 [R]

Wednesday 6th February 2008

00:05	Tilaawat, Dars & MTA News
01:10	Learning Arabic: lesson no. 10
01:35	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 16th April 1997.
02:55	MTA Variety
03:40	Question and Answer Session
05:15	Jalsa Salana Canada 2004.
06:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
07:05	Children's Class with Huzoor, recorded on 3rd February 2007.
08:00	Zikre Hadhrat Masih Maud (as) : discussion programme on the Promised Messiah's (as) belief and love for Allah.
08:30	Ken Harris Oil Painting: learning how to paint an Oil painting.
09:00	Question and Answer Session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra). Recorded on 22nd December 1996. Part 2.
10:05	Indonesian Service
11:05	Swahili Muzakarah
12:00	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News
13:05	Bangla Shomprochar
14:15	From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 22nd November 1985.
15:05	Jalsa Salana Speeches: speech delivered by Bashir Ahmed Orchard on the topic of 'Self Purification' on the occasion of Jalsa Salana UK 1987.
15:50	Children's Class [R]
16:45	Ken Harris Oil Painting [R]
17:25	Question and Answer session [R]
18:30	Arabic Service
19:30	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Recorded on 17th April 1997.
20:45	MTA International Jamaat News
21:25	Children's Class [R]
22:25	Jalsa Salana Speech [R]
23:10	From the Archives[R]

Thursday 7th February 2008

00:05	Tilaawat, Dars-e-Hadith & MTA News Review
01:25	Liqaa Ma'al Arab: A sitting with Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra) and Arabic speaking guests. Session no. 274, recorded on 17th April 1997.
02:30	Philosophy Of Islam
02:50	Hamaari Kaaenaat
03:15	Ken Harris Oil Painting
03:45	From the Archives: Friday sermon delivered by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra), recorded on 22nd November 1985.
04:45	Husn-e-Biyan: quiz programme based on poetry from books including Durr-e-Sameen, Kalaam-e-Mehmood and Kalaam-e-Tahir.
05:25	Jalsa Salana Speeches
06:05	Tilaawat, Dars-e-Malfoozat & MTA News
07:05	Bustan-e-Waqfe Nau Class with Huzoor, recorded on 10th February 2007.
08:00	English Mulaqa'at: A question and answer session with Hadhrat Mirza Tahir Ahmad, Khalifatul Masih IV (ra) and English speaking friends. Recorded on 1st May 1994.
09:34	Pushto Service
09:50	Indonesian Service
10:55	Friday Sermon: recorded on 27th May 2005.
12:00	Tilaawat & MTA News
13:00	Bangla Shomprochar: Friday Sermon delivered on 1st February 2008.
14:05	Tarjamatul Qur'an Class: In depth explanation of Qur'anic verses by Hadhrat Khalifatul Masih IV (ra). Session no. 209, recorded on 4th November 1997.
15:10	Huzoor's Tours: visit to scandinavia
16:05	English Mulaqa'at [R]
17:15	Friday Sermon: delivered on 27/05/05. [R]
18:30	Arabic Service: Arabic discussion programme, hosted by Muhammad Sharif.
20:40	MTA Interntional News Review
21:10	Tarjamatul Qur'an Class: rec. 04/11/1997.
22:20	Ahmadiyyat and Science: a talk with Dr Masood-ul-Hasan Noori about his book, 'Ideals and Realities'.
23:00	Bustan-e-Waqfe Nau [R]

***Please note MTA2 will be showing French service & German service at 16:00 GMT & 17:00 GMT**

Translations for Huzoor's Programmes are available.
Prepared by the MTA Scheduling Department.

Al Fazl International Weekly, London
22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)
ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org
Vol 15 | Friday 25 January, 2008 | Issue No. 04

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاھد۔ مؤرخ احمدیت

کم ظرف ''علماء'' کی ناصیہ فرسائی کا عبرتناک حشر

لاہوری جماعت کی حیثیت غیروں کی نظر میں

جناب پروفیسر الیاس برنی منکرین خلافت احمدیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

''لاہوری جماعت کا ادّعا ہے کہ وہ مرزا صاحب کی سچی پیرو اور اس کا امیر مرزا صاحب کا حقیقی جانشین ہے۔ نیز یہ کہ قادیانی جماعت مرزا صاحب کی تعلیم سے گزر کر غلط راستہ پر جارہی ہے اور اس کا خلیفہ اس گمراہی کا علمبردار ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پیرو کم از کم نوے فیصدی قادیانی جماعت میں اور زیادہ سے زیادہ دس فیصد لاہوری جماعت میں شریک ہیں۔ اور لطف یہ کہ ابتدا میں جماعت بندی کے وقت لاہوری جماعت کا غلبہ تھا بعد کو لاہوری جماعت گھٹی تو قادیانی جماعت بڑھی حتی کہ آج لاہوری جماعت بھی اس کا غلبہ کراہت کے ساتھ تسلیم کرتی ہے۔

اب اگر لاہوری جماعت کا دعویٰ درست ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ چند ہی سال میں مرزا صاحب کے پیروؤں میں کثیر جماعت نے بسرعت مرزا صاحب کی تعلیم فراموش کر کے گمراہی اختیار کرلی۔ اور قلیل جماعت ان کی تعلیم پر قائم رہ سکی سو وہ بھی رُوبہ زوال ہے۔

قادیانی جماعت کے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب اس عام گمراہی کے بانی قرار دئے جاتے ہیں حالانکہ یہ مرزا صاحب کے فرزند دلبند ہیں جن کے متعلق مرزا صاحب نے فخریہ انداز میں بشارتیں دی ہیں۔ اس کے برعکس لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب مرزا صاحب کی تعلیم کے محافظ اور معلم بتائے جاتے ہیں جن کی عقیدت مندی اور استقامت کے متعلق مرزا صاحب اپنی زندگی میں شکایت کی حد تک بے اطمینانی ظاہر کر چکے ہیں۔

اگرچہ لاہوری جماعت اس فیصلہ پر چراغ پا ہوتی ہے لیکن حقیقت پر کہاں تک پردہ ڈال سکتی ہے۔ فی الواقعہ قادیانی جماعت مرزا صاحب کی تعلیم بلاکم و کاست قبول کرتی ہے اور مرزا صاحب سے خاص خلوص رکھتی ہے۔

اس کے مقابل لاہوری جماعت مرزا صاحب کی تعلیم میں ترمیم وتخفیف کر کے اس کو اپنی مصلحتوں کے تابع رکھنا چاہتی ہے اور اپنی صوابدید کی حد تک مرزا صاحب کی بابت اظہار عقیدت کرتی ہے۔

لاہوری جماعت نے اپنی حیثیت چمگادڑ کی سی بنا رکھی ہے جو چاہتی ہے کہ پرندوں میں پرندہ شمار ہو اور چوپایوں میں چوپایہ بنی رہی۔ ایک طرف تو اس کی یہ کوشش ہے کہ مسلمان اس کو اپنی جماعت سمجھیں اور دوسری طرف یہ کہ قادیانی اس کو اپنی جماعت مانیں جس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان اس کی مالی اور اخلاقی مدد کرتے رہیں اور وہ مصلحت آمیزی سے قادیانی تعلیم کی تبلیغ کرے۔ چنانچہ اب تک یہی ہوتا رہا ہے اور وہ چاہتی تھی کہ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے لیکن انجام وہی ہوا جو منافقت کا ہوا کرتا ہے۔ مسلمان بھی بیدار و خبردار ہوگئے اور قادیانی بھی بیزار نظر آتے ہیں، غدار سمجھتے ہیں۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی!

ایک زمانہ کی بات ہے کہ کسی ترنگ میں آ کر مولوی محمد علی صاحب قادیانی امیر جماعت لاہور نے قادیاں اور اس کے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب قادیانی کو چیلنج دیا تھا کہ:

''مَیں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آؤ سب سے پہلے اس بات کا فیصلہ کرلو اور جب تک وہ فیصلہ نہ ہو جائے دوسرے معاملات کو ملتوی رکھو۔ اصل جڑ سارے اختلاف کی صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ میں ایک حد تک ہم میں اتفاق بھی ہے اور اس اتفاق کے ساتھ کچھ اختلافات بھی ہیں۔ جس قدر مسائل اختلافی ہم ہر دو فریق میں ہیں وہ اس اختلاف مسئلہ نبوت سے پیدا ہوتے ہیں''۔

(ٹریکٹ ''نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق'' صفحہ 1۔ منقول از اخبار الفضل قادیان جلد 25/نمبر 13 مورخہ 17/جنوری 1937ء)

معلوم ہوتا ہے کہ اوّل تو فریق مخاطب خاموش رہا لیکن ہماری کتاب ''قادیانی مذہب'' سے مرزا صاحب کا ادعاء نبوت اس درجہ مفصل طور سے واضح ہوگیا کہ کسی کو اس میں شک نہیں رہا۔ چنانچہ حال میں قادیانی جماعت کے خلیفہ میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے مرزا صاحب کی نبوت کے مسئلہ پر تحریری اور تقریری دونوں قسم کا مناظرہ کرنا قبول کرلیا تو مولوی محمد علی صاحب قادیانی بغلیں جھانکنے لگے۔ مسئلہ نبوت سے گریز کر کے چاہا کہ اوّل مسئلہ تکفیر پر بحث ہو۔ حالانکہ نبوت اصل ہے اور تکفیر اس کی فرع۔ لیکن انہوں نے محسوس کرلیا کہ قادیانی رہ کر مرزا صاحب کی نبوت سے انکار کرنا محال ہے البتہ تکفیر کی بحث اٹھا کر یہ ممکن ہے کہ خود مسلمانوں میں کچھ خوشنودی حاصل کرلیں اور قادیانی جماعت کو مسلمانوں میں اور مطعون بنادیں۔ چنانچہ اس مناظرہ کے سلسلہ میں مولوی محمد علی صاحب قادیان لکھتے ہیں کہ:

''اگر جناب میاں (محمود احمد) صاحب مسلمانوں کی تکفیر کو چھوڑ دیں اور سب کلمہ گوؤں کو بروئے قرآن وحدیث و بروئے تحریرات حضرت مسیح موعود (نہ اپنی ایجاد کردہ سیاسی تعریف کی رو سے،) مسلمان ہونا تسلیم کرلیں تو ہم مسئلہ نبوت پر ان کے ساتھ بحث کو آئندہ ترک کردیں گے''۔

(اخبار پیغام صلح لاہور۔ جلد 24 نمبر 8 مورخہ 15/دسمبر 1936ء)

گویا مولوی محمد علی صاحب قادیانی کو اس کی چنداں فکر نہیں کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہ تھے۔ وہ بہرصورت ان کے پیرو اور متبع ہیں لیکن فکر ہے تو یہ کہ بربنائے نبوت مسلمانوں کی تکفیر نہ ہو اور مسلمان ان سے کشیدہ ہو کر دستکش نہ ہوجائیں کہ سارا کھیل بگڑ جائے۔

مولوی محمد علی صاحب قادیانی جو اوّل مسئلہ تکفیر پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور میاں محمود احمد صاحب قادیانی جو مسئلہ نبوت کو مقدم قرار دیتے ہیں اس بارہ میں مشہور مناظر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی یہی فیصلہ فرمایا کہ:

''اصلی بات یہی ہے کہ کفر مرتب ہوتا ہے۔ انکار نبوت پر۔ بحث کا اصل مدار نبوت پر ہونا چاہئے اس سے ہم مناظرانہ حیثیت سے مولوی محمد علی صاحب کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس موقع کو غنیمت سمجھیں وہ نبوت مرزا پر بحث کو ٹال نہ دیں''۔

(اخبار اہلحدیث امرتسر۔ مورخہ 15/جنوری 1937ء منقول از اخبار الفضل قادیان جلد 25 نمبر 23 مورخہ 17/جنوری 1937ء)

اگر مولوی محمد علی صاحب قادیانی اوّل مرزا صاحب کی نبوت پر بحث کرنے کو آمادہ ہوجاتے تو نتیجہ معلوم` یا مرزا صاحب کو نبی ماننا پڑتا یا قادیانیت سے دستبردار ہونا پڑتا اور لاہوری جماعت کا مرزا صاحب کے ساتھ ربط یہ ہے کہ ؎

نے تابِ وصل دارم نے طاقتِ جدائی''۔

''اگر قادیانی جماعت کی کتابیں ناقابل سند اور خارج از بحث قرار دے دی جائیں تو پھر مرزا صاحب کی تعلیم کا مبلغ اور مفسر کون بنے گا۔ یہی وہ جماعت ہے جو خلوص سے مرزا صاحب کی تعلیم کو قبول کرتی ہے۔

لاہوری جماعت کی مصلحت آمیزیاں تو اس درجہ واضح ہوچکی ہیں کہ قادیانیت کے متعلق ان کی کتابیں نہ قادیانیوں میں معتبر شمار ہوتی ہیں اور نہ مسلمانوں میں۔ ان کا بیشتر مصرف یہ ہے کہ لاہوری جماعت کے نفاق کا ثبوت دیں۔

لطف یہ ہے کہ خود لاہوری جماعت کے اکابر کی بھی قدیم تحریریں جبکہ مصلحت آمیزی شروع نہ ہوئی تھی قادیانی جماعت کے موجودہ عقائد سے متفق ہیں۔ ان تحریرات کی بابت جو عذرات پیش کئے جاتے ہیں وہ بدتر از گناہ معلوم ہوتے ہیں` مثلاً امیر جماعت لاہور مولوی محمد علی صاحب اپنی سابقہ تحریرات کا انکار نہ کر سکے اور کوئی تاویل بھی نہ کر سکے تو ان کی زد سے بچنے کے لئے کیسے بھولے بن گئے۔ فرماتے ہیں:

''اگر احمدیہ جماعت لاہور کے متعلق کوئی فتویٰ دینا چاہتے ہیں تو جماعت کے مطبوعہ عقائد آپ کے سامنے ہیں۔ تیس سال قبل کی میری ذاتی تحریرات سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان عقائد کی بنا پر ان پر جو فتویٰ دینا چاہیں دیں` اگر ذاتی طور پر مجھ پر فتویٰ کا سوال ہے تو ایسا کفر کا فتویٰ جس کو تیس سال قبل کی تحریروں سے سہارا دینے کی ضرورت ہو شاید ہی مفید ثابت ہوسکے''۔

(اخبار پیغام صلح لاہور جلد 24 صفحہ 8۔ بابت 2/فروری 1936ء)

گویا کنایۃً مولوی محمد علی صاحب قادیانی تسلیم کرتے ہیں کہ تیس سال قبل خود مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی حیات اور صحبت میں ان کے جو عقائد تھے اور جن کو وہ شائع بھی کرتے تھے تکفیر کا موجب ہوسکتے ہیں لیکن اس دوران میں ان کے عقائد بالکل بدل گئے گویا کہ وہ مسلمان ہوگئے لیکن پھر بھی وہ مرزا صاحب کے کامل متبع رہے اور اب بھی قادیانی جماعت لاہور کے امیر ہیں ؎

معشوق ما بمشرب ہرکس موافق است
با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد''

(''قادیانی مذہب'' از جناب الیاس برنی صاحب طبع نہم ناشر شیخ محمد اشرف صاحب۔ اشاعت لاہور 15/محرم 1370ھ۔ 23/اکتوبر 1950ء)

نہ ؎ خداہی ملا نہ وصال صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دورخی پالیسی کا قلمی پوسٹ

ان الفاظ میں ''منکرین خلافت احمدیہ'' کی 82 سالہ دورخی چالوں کا پوسٹ مارٹم کیا گیا ہے جو نام نہاد انجمن کے پرستاروں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ وہ منافقت کو چھوڑ کر اُس مامور ربانی کے دامن سے عملاً وابستہ ہو جائیں جسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''نبی اللہ'' کا خطاب دیا ہے اور جس کے بعد اس سے کئے گئے الٰہی وعدوں کے مطابق قدرت ثانیہ یعنی خلافت حقّہ کا بابرکت نظام قائم ہے۔